فصل ۹ نہم

"مرزا صاحب کے معتقداتِ ایمانیہ اور انکی تعلیم و اخلاق"

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دارِ دُنیا بگزریم
(حضرت مسیح موعودؑ)

جب دنیا میں تاریکی، لامذہبیت، الحاد اور بد اعتقادی کا زور ہو جاتا ہے اور لوگوں کی زبانوں پر تو ایمان کا لفظ ہوتا ہے مگر دل اس نور سے بے نور ہو جاتے ہیں تب خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے تا وہ اُن کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرے لیکن یہ ایک حیرت زا واقعہ ہے کہ اُس زمانہ کے لوگ آنے والے موعود کو اپنے پیمانہ سے ناپنا چاہتے ہیں اور اپنے عقائد کو اُس کی صداقت کی کسوٹی قرار دیتے ہیں۔ اور جونہی وہ کوئی آسمانی صداقت پیش کرتا ہے تو یہ اُس کے برخلاف کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تمام انبیاء سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ قرآن مجید شہادت دیتا ہے کہ ہر نبی کی بعثت پر منکرین نے یہی جواب دیا کہ یہ رسول کیونکر سچا ہو سکتا ہے حالانکہ اس کی تعلیمات، عقائد اور اعمال ہمارے اور ہمارے آباء کے خلاف ہیں۔ بلکہ وہ لوگ اپنے علم پر متکبر ہو گئے اور اسی کی بناء پر انہوں نے اس کی تکذیب کی۔ فرمایا فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ[1] (المومن ع)

علماء کے امام مہدی کے مخالف ہونے کی پیشگوئیاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصلح دوراں ہو کر آئے۔ اب اگر یہ لوگ یا ان کے علماء آپؑ پر یہ اعتراض نہ کرتے تو مقامِ تعجب تھا لیکن

---

[1] ترجمہ۔ وہ لوگ (نبی کے منکر علماء) اپنے علم پر مغرور ہو گئے۔

اس میں کوئی استعجاب نہیں کہ انہوں نے حضورؑ کے عقائد کو الحاد سے منسوب کیا اور آپؑ کی تعلیم کو اور اخلاق کو مخالفِ اسلام و سنّتِ خیرالانامؐ قرار دیا۔ اوّل تو اس لیے کہ ضروری تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی دیگر مصلحین کی طرح مخالفین و معاندین کی طرف سے یہ طعنے سُننے پڑتے۔ خدا کے قدیم اور ثابت شدہ عام قانون کا یہی اقتضاء تھا۔ دوسرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق خصوصیّت سے پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ علماء وقت آپؑ کے سخت دشمن ہوں گے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زمانہ میں علماء کی حالت بایں الفاظ بیان فرمائی ہے عُلَمَاءُ هُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ (مشکوٰۃ کتاب العلم) کہ وہ رُوئے زمین پر بدترین مخلوق ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ علماء کی یہ زبوں حالی اُسی وقت سے متعلق ہو سکتی ہے جب اُمّت پر نہایت تاریک بادل اور ظلمت فشاں گھٹائیں چھا رہی ہوں، اور یہی وقتِ مسیح اور مہدی کی آمد کا ہے۔ گویا اس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے مخالف مولویوں کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے اور اسی حدیث نبویؐ سے استنباط کر کے نیز اپنے کشوف کی بنا پر اولیاء اُمّت نے صراحتاً لکھا ہے کہ جب حضرت امام مہدی ظاہر ہوں گے تو اُس وقت کے مولوی اور علماء اس کے سخت مخالف ہو جائیں گے۔

(۱) حضرت مجدد الف ثانی مہدی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

"نزدیک است کہ علمائے ظواہر مجتہدات اور اعلیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از کمالِ دقّت وغموضِ ماخذ انکار نمایند و مخالفِ کتاب و سنّت دانند۔" (مکتوباتِ امام ربّانی جلد ۲ ص۱۰۷)

(۲) اقترابُ الساعۃ میں لکھا ہے :-

"یہی حال مہدی علیہ السلام کا ہوگا کہ اگر وہ آ گئے سارے مقلد بھائی اُنکے جانی دشمن بن جائیں گے۔ ان کے قتل کی فکر میں ہوں گے۔ کہیں گے یہ شخص تو ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔" (اقترابُ الساعۃ ص۲۲۴)

(۳) حضرت شیخ محی الدین ابن العربی فرماتے ہیں :-

"اِذَا خَرَجَ هٰذَا الْاِمَامُ الْمَهْدِيُّ فَلَيْسَ لَهٗ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اِلَّا الْفُقَهَاءُ خَاصَّةً۔" (فتوحات مکیہ جلد ۳ ص۳۳۶)

کہ جب امام مہدی پیدا ہوں گے تو علماء و فقہاء ان کے سخت جانی دشمن ہونگے۔"

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے:-

"چوں مہدی علیہ السلام مقاتلہ بر احیاءِ سنت و اماتتِ بدعت فرماید علماء وقت کہ خوگرِ تقلیدِ فقہاء و اقتداء مشائخ و آباء خود باشند گویند ایں مرد خانہ برانداز دین و ملتِ ما است و بمخالفت برخیزند و بحسبِ عادتِ خود بتکفیر و تضلیل وے کنند۔" (حجج الکرامہ ص۳۶۳)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کو حَکَم قرار دیکر بہ ظاہر فرما دیا تھا کہ صحیح عقائد وہی ہوں گے جو مسیح موعود پیش کرے گا۔ درست تعلیم وہی ہو گی جسے وہ مہدی معہود لائے گا۔ افسوس یہ لوگ مسیح موعود کے لئے چشم براہ تھے۔ چودھویں صدی کا سر اس کی تاریخ بتاتے تھے۔ لیکن جب وہ معہود ظاہر ہوا تو یہی لوگ اوّل الاعداء بن گئے۔ گویا یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ کا مصداق بن گئے۔ نعم ما قال السیّد المسیح الموعودؑ ؎

یا وہ دن جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکانِ دین ۔۔۔ مہدیٔ موعود حق اب جلد ہوگا آشکار
پھر وہ دن جب آگئے اور چودھویں آئی صدی ۔۔۔ سب سے اوّل ہو گئے منکر یہی دیں کے منار

معترض پٹیالوی نے فصل ہذا کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ:-

"فصل ہذا میں عام اعتقاداتِ اسلامیہ کے متعلق مرزا صاحب کے خیالات کا اظہار مزید کیا جاتا ہے۔ جس سے ناظرین پر روشن ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کس قسم کے اسلام کو مانتے تھے اور ان کے اخلاق کہاں تک اسلامی اخلاق کہلانے کے مستحق تھے۔" (عشرہ ص۱)

گویا بالفاظِ دیگر متذکرۃ الصدر پیشگوئی کی پوری پوری تصدیق کی ہے نیز قرآن کریم کے ارشاد يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ (کہ اس احمدؐ کو لوگ اسلام کی طرف بلائیں گے) کی بھی تائید کی ہے۔ (سورۃ الصف)

اس فصل میں اگرچہ عام طور پر پامال شدہ اور پچھلے ہی اعتراضات کو دُہرایا ہے لیکن تاہم ان کے زور دینے کے باعث ضروری ہے کہ اس کے جواب کو زیادہ تفصیل سے ذکر کیا جائے۔ اس فصل کے دس فقرات میں متعدد اعتراضات مذکور ہیں اسلئے ہر فقرہ کے نیچے اعتراض کو قولہٗ کے ساتھ ذکر کرکے اقول لکھ کر اس کا جواب دیا جائے گا۔

فقرہ اوّل "توحید و ذاتِ باری اور مشرکانہ اقوال"

(۱) **قولہ** "قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ۔ وہ لوگ ضرور کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ خدا تین میں سے ایک ہے۔ اس آیت میں عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث کی بیخکنی مقصود تھی لیکن مرزا صاحب پاک توحید کے ساتھ پاک تثلیث کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ "ان دونوں محبتوں کے کمال سے جو خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر نر و مادہ کا حکم رکھتی ہے اور محبتِ الٰہی کی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔ اس کا نام پاک تثلیث ہے اسلیئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن اللہ کے ہے" (عشرہ صنا - توضیح المرام ص۲۴)

اقول۔ معترض پٹیالوی نے اس اعتراض میں بے ذوقی کے علاوہ سخت خیانت سے کام لیا ہے۔ جلی فقرات کو علامت "" میں رکھ کر اس نے یہ جتلانا چاہا ہے کہ یہ عبارت بعینہٖ حضرت مرزا صاحبؑ کی ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کی اصل عبارت حسب ذیل ہے۔ فرمایا :۔

"اُوپر کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے جو اوّل بندہ کے دل میں بارادۂ الٰہی پیدا ہو کر ربّ قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہے ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کے چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔ سو اس درجہ کے انسان کی روحانی پیدائش اسوقت سے سمجھی جاتی ہے جبکہ خدا تعالیٰ اپنے ارادۂ خاص سے اس میں اس طور کی محبت پیدا کر دیتا ہے اور اس مقام اور اس مرتبہ کی محبت میں بطور استعارہ یہ

کہنا بے جا نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادۂ الٰہی اب محبت سے بھر گئی ہے ایک نیا تولد بخشتی ہے۔ اسی وجہ سے اس محبت سے بھری ہوئی روح کو خدا تعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور ذرہ امکان کو جو ہالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت ہے حضرت اعلیٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھیرایا ہے۔" (توضیح مرام صفحہ ۲۱-۲۲)

ناظرین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوری عبارت آپ کے سامنے ہے۔ کیا اس میں حضرت مسیح موعودؑ نے نصاریٰ کے عقیدۂ تثلیث الوہیت کی تصدیق کی ہے یا تردید؟ حضورؑ نے اُن لوگوں کو "ناپاک طبیعتوں" کے خطاب سے مخاطب کیا ہے جو انسان کو درجۂ الوہیت سے متصف قرار دیں اور مشرکانہ خیال رکھیں۔ مگر کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ معترض پٹیالوی اسی کو حضرت کا شرک بتا رہا ہے گویا ع "دزدے کہ بکف چراغ دارد" والی بات ہے۔

اس اقتباس کے نقل کرنے کے بعد اگرچہ ضرورت نہیں ہے تاہم مزید توضیح کے لئے لکھتا ہوں کہ غور کرو جس چیز کو قرآن مجید نے لعنت اور کفر کا موجب قرار دیا ہے وہ تمہارے لفظوں میں ہی یہ ہے کہ "خدا تین میں سے ایک ہے" کا اعتقاد رکھا جائے تین خدا مساوی مانے جائیں۔ کیا اُوپر کی عبارت سے کوئی موٹی عقل کا انسان بھی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحبؑ تین خداؤں کے قائل ہیں؟ حاشا وکلا۔

حضرتؑ نے اپنی تحریر میں تین محبتوں کا ذکر کرکے اس کا نام پاک **تثلیث** قرار دیا ہے۔ اس لفظ کو موجب اعتراض گردانا اور بھی جہالت کا مظاہرہ ہے۔ کیونکہ لفظ تثلیث کے لغوی معنے صرف اس قدر ہیں کہ تین بیان کرنا۔ عیسائیوں نے اس لفظ

کو اپنی اصطلاح میں تین خداؤں کے لئے مخصوص کر دیا۔ چونکہ خدا ایک ہی ہے اسلئے نصاریٰ کی اصطلاح غلط ہے۔ ہاں لیکن ان یصطلح کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بندہ کی ابتدائی محبت' اللہ تعالیٰ کی محبت' پھر ان کے مجموعہ سے ایک تیسری اور خاص محبت' ان تینوں کے مجموعہ کو پاک تثلیث قرار دیا تو اس میں کیا حرج لازم آیا۔ بلکہ اگر غور کیا جاتا تو یہ نصاریٰ کے خیالِ باطل پر ایک کاری ضرب ہے۔ اتنا تو سوچو کہ کیا ہم محض اسلئے ایک لفظ کو چھوڑ دیں اور اس کے لغوی مفہوم کو مدنظر رکھ کر ایک اصطلاح نہ قائم کریں۔ کہ نصاریٰ اس لفظ کو ایک غلط مفہوم میں استعمال کر رہے ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو "مقدس باپ" اور "پاک بیٹا" کا لفظ بھی ترک کر دیں کیونکہ عیسائی تثلیث کے ماتحت ہی خدا کو مقدس باپ اور مسیح کو مقامِ ابنیت کے لحاظ سے پاک بیٹا کہتے ہیں۔ کیا ہم یہ لفظ چھوڑ دیں گے اور اسکے عام مفہوم میں استعمال نہ کریں گے؟ پھر میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید نے صرف تین خداؤں ہی کی تردید نہیں کی بلکہ فرقہ ثانویہ کا بھی رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ خدا دو ہیں۔ فرمایا لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ (النحل ع) تم دو خدا مت بناؤ۔ کیا فرقہ ثانویہ کے خیال کے مطابق ہم آئندہ "پاک جوڑا" کا لفظ بھی ترک کر دیں؟ پھر کیا قرآن مجید سے "ازواج مطہرہ" جس کے معنی ہیں "پاک جوڑے" اس کو بھی خارج کر دیا جائے گا؟ غرض پٹیالوی صاحب نے یہ اعتراض کر کے درحقیقت کمال ناواقفی کا ثبوت دیا ہے۔ ہم ایسے معترضین کو بتانا چاہتے ہیں کہ لفظی نزاع کی بجائے حقیقت پر غور کیا کریں۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری بعض علماء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"مختصر مگر صاف لفظوں میں عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ملک میں ایک نئی تثلیث قائم ہوئی ہے جو عیسائیوں کی تثلیث سے زیادہ مضبوط ہے۔ وہ کسی طرح نہیں چاہتے کہ کسی قومی کام میں مل کر کام کریں۔" (اخبار اہلحدیث ۵ اپریل ۱۹۱۲ء صلا کالم ۲)

کیا اس "نئی تثلیث" سے مراد نئے تین خداؤں کا تقرر ہے جو کسی قومی کام میں مل کر کام نہیں کرنا چاہتے؟ خدارا ذرا انصاف سے کام لو۔ حضرت مرزا صاحبؑ کی عداوت

تم کو دین و دنیا میں ذلیل و رسوا کر رہی ہے۔ کیا اب بھی یہی کہتے جاؤ گے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے لفظ **پاک تثلیث میں عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کی تصدیق کی ہے؟**

ان لوگوں کے اس قدر کھلے جھوٹ اور افتراء کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ لوگ یوم الجزاء کو بالکل بھول چکے ہیں اور خدا کا خوف ان کے نزدیک محض ایک وہم ہے۔ آہ وہ مقدس انسان جو برطانیہ کی ملکہ معظمہ کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے لکھتا ہے :-

> "اس نے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ اکیلا اور غیر متغیر اور قادر اور غیر محدود خدا ہے جس کی مانند اور کوئی نہیں۔
> (تحفہ قیصریہ ص۱ طبع سوم)

اُس پر یہ اتہام باندھا گیا کہ وہ نصاریٰ کے مشرکانہ عقیدہ تثلیث کا مؤید تھا۔ ؎

اللہ اکبر یہ خیال ان کا کس قدر ہے نابکار

(۲) **قولہ** :- "مرزا صاحب نے ایسے گندے عقائد (تثلیث) کی پاک اور ناپاک دو قسمیں بنا دی ہیں تو مرزائیوں میں پاک جھوٹ، پاک شرک، پاک جُوئے وغیرہ کا بھی ضرور رواج ہونا چاہیئے۔" (عشرہ ص۱۰)

اقول - تثلیث کے معنے تین بیان کرنا یا تین قرار دینے کے ہیں جیسا کہ اُوپر عرض ہو چکا ہے۔ گویا یہ عدد ہے، اس کے ساتھ جیسا معدود لگاؤ ویسا ہی یہ عدد بن جائے گا۔ یہی حال ایک دو اور باقی اعداد کا ہے۔ خدا ایک ہے اور توحید پاک ہے۔ مگر ایک بُت یا ایک سُؤر کو ہم پاک نہیں مان سکتے ہیں۔ اسی طرح تین خداؤں کا عقیدہ ناپاک ہے۔ لیکن تین رسول یا تین وتر پاک ہیں۔ اہل انطاکیہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے پہلے دو رسول بھیجے۔ پھر فرمایا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ (یٰسٓ ع۲) کہ تیسرے رسول کو بھیج کر ان کو زیادہ معزز کر دیا۔ معلوم ہوا کہ عدد کی پاکیزگی و ناپاکی معدود کی طہارت و عدم طہارت پر منحصر ہے۔ اب معترض کی امثلہ اور لفظ "پاک تثلیث" میں فرق نمایاں ہو گیا۔ تثلیث عدد ہے اور عدد کے بیان کرنے کا لفظ۔ لیکن جھوٹ، شرک، جُوا ایسے نہیں ہیں بلکہ فی ذاتہٖ بُرے ہیں۔ اعداد میں سے کوئی عدد اپنی ذات میں نہ بُرا ہے نہ پاک۔ اندریں صورت "مرزائیوں" کو ایسا مشورہ

دینے والے کو اپنی دماغی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ وبس۔

(۳) قولہ: "قرآن شریف فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۔ اللہ تعالیٰ کی مانند کوئی چیز نہیں ہے۔ مگر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ "اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ، بے شمار پیر ہیں۔ عرض اور طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس کی تاریں بھی ہیں" (توضیح المرام ص۴۷۔ عشرہ ص۱۰۱)

اقول: آئیے! ہم پہلے حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ دیکھیں۔ حضرتؑ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھلانے کے لئے تخیلی طور پر ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج۔ اور لا انتہا طول اور عرض رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجودِ اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحۂ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔ یہ وہی اعضاء ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں عالَم نام ہے۔" (توضیح مرام ص۴۷)

اب غور فرمائیے کیا یہ تمثیل جو تخیل اور فرض کے طور پر ہے قابلِ اعتراض تھی؟ حالانکہ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ان اعضاء سے مراد حقیقی اعضاء نہیں بلکہ ان مختلف عالموں اور جہانوں کو بمنزلہ اعضاء قرار دیا گیا ہے جو مختلف کرّہ جات وغیرہ میں موجود ہیں۔ یہ تمثیل تو ویسی ہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ۔ الآیۃ (نور ع۵) کہ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاقچہ کی ہے جس میں چراغ ہو۔ اور چراغ پھر شیشہ میں ہو۔ جو چمکیلے ستارہ کی مانند ہے۔ الخ"

کیا پہلے نادانوں نے اس آیت قرآنی پر بھی اعتراض کر کے اپنی جہالت کا ثبوت نہ دیا تھا؟ پھر کیا ضرور تھا کہ معترض پٹیالوی بھی اسی گروہ میں شامل ہو جاتا؟

بے شک کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی مانند نہیں۔ یہی حضرت مرزا صاحبؑ کا مذہب

ہے جیسا کہ اُوپر بحوالہ تحفہ قیصریہ ذکر ہو چکا ہے۔ ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ اور وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں، اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں۔" (الوصیت ص۱)

لیکن سوال تو یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ بالا عبارت میں کسی چیز کو خدا کی مانند قرار دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فبطل ما کانوا یأفکون۔

رُویت باری تعالیٰ پر بحث

(۴) **قولہ**:۔ "قرآن شریف فرماتا ہے لا یدرکہ الابصار۔ آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں" (صاحب الہام لوگوں سے) خدا قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اُتار دیتا ہے الخ" (عشرہ ص۱۰)

اقول:۔ اگر آپ آیت پوری پڑھ لیتے تو آپ کو اعتراض کرنے کا موقع نہ ملتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔ (الانعام ع۱۳)

آنکھیں ذاتِ باری کا خود ادراک نہیں کر سکتیں، ہاں وہ آنکھوں کو ادراک تک پہنچاتا ہے کیونکہ وہ لطیف و خبیر ہے۔ گویا یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کا ادراک انسانی وسعت اور طاقت سے باہر ہے۔ ہاں جب خدا خود ادراک کروانا چاہتا ہے تو پھر ممکن ہوتا ہے۔ یعنی ہر آنکھ خدا کو نہیں دیکھ سکتی لیکن جس آنکھ کو خدا اپنا وجود دکھلانا چاہے وہ دیکھ سکتی ہے اور صاحبِ الہام لوگوں کو خدا اپنا نوری وجود دکھلاتا ہے تا وہ اس کی ہستی کے عینی گواہ بن سکیں۔ پس اوّل تو آیت کے اگلے حصّہ میں ہی اعتراض کا جواب ہے۔ دوم آیت قرآنی میں ادراک کی نفی ہے رُویت اور دیدار کی نفی نہیں۔ ادراک کے کیا معنے ہیں؟ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:۔

۱؎ آیت میں لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ہے۔ (مؤلف)

"اس آیت (لا تدرکہ الابصار) کے یہ معنی ہیں کہ آنکھیں پورے طور پر اور جملہ اطراف سے خدا کا احاطہ نہیں کر سکتیں جیسے کہ جسم کو دیکھنے سے اس کی ہر خصوصیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ویسے خدا کا ٹھیک ٹھیک احاطہ آنکھوں کی استعداد سے باہر ہے۔" (علم الکلام صـ۲ـ)

پھر نبراس میں لکھا ہے :-

"لَا نُسَلِّمُ اَنَّ الْاِدْرَاكَ هُوَ الرُّؤْيَةُ مُطْلَقًا بَلْ هُوَ الرُّؤْيَةُ عَلٰى وَجْهِ الْاِحَاطَةِ يُقَالُ رَاَيْتُ الْهِلَالَ وَمَا اَدْرَكْتُهُ لِلْغَيْمِ فَالْمَنْفِيُّ هُوَ الرُّؤْيَةُ عَلٰى وَجْهِ الْاِحَاطَةِ لَا الرُّؤْيَةُ الْمُطْلَقَةُ۔" (شرح لشرح العقائد صـ۲۵ـ)

یعنی ادراک کلی احاطہ والی رؤیت کو کہتے ہیں مطلق دیکھنے کو ادراک نہیں کہتے۔ بلاشبہ آنکھیں اِن معنوں سے ذاتِ باری کا ادراک نہیں کر سکتیں اسی لئے حضرت مرزا صاحبؑ کی عبارت میں "کسی قدر پردہ" کا لفظ موجود ہے۔ اِس جواب کو با لفاظِ دیگر یُوں سمجھ سکتے ہیں کہ آیت میں احاطہ والی رویت کا انکار ہے اور حضرت مرزا صاحبؑ کی تحریر میں رؤیت جزوی کا اقرار ہے۔ فلا تعارض بینہما۔

سوم۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ میں آنکھوں سے مراد ظاہری آنکھیں ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان میں روحانی آنکھیں مراد ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو ایک لطیف اور وراء الوریٰ ہستی ہے اس کو ظاہری محدود آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں لیکن روحانی آنکھوں سے دیدار ضروری ہے جو صاحبِ الہام لوگوں کو ہوتا ہے۔ قرآن مجید خود ایک دوسری جگہ فرماتا ہے وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔ (بنی اسرائیل غ) جو اس جہان میں اندھا ہے وہ اگلے جہان میں بھی اندھا ہوگا۔ اس جگہ اعمیٰ سے مراد ظاہری آنکھوں سے محروم نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو اِس دنیا میں بصیرت کی آنکھ سے خدا کو نہیں دیکھتا وہ مراد ہے۔ گویا خدا کو دیکھنے والی آنکھیں اِسی دنیا میں ملتی ہیں۔ اسی لئے دوزخیوں کو کہا جائیگا اِرْجِعُوْا وَرَاءَكُمْ

فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (الحدید ع)

اندریں صورت حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت تو عین آیت قرآنی کا ترجمہ ہے۔ جس پر محض جہالت سے اعتراض کر دیا گیا ہے۔ افسوس ؎

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ قبلہ تھا ترا رُخ کافر و دیندار کا

چہارم۔ اگر یہ درست ہے کہ صاحب الہام لوگ خدا کو کسی رنگ میں بھی نہیں دیکھ سکتے تو پھر بتلائیے کہ ان حوالجات اور ان کے کہنے والوں کے متعلق آپ کیا فتویٰ دینگے؟

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَتَانِیَ اللَّيْلَةَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي اَحْسَنِ صُوْرَةٍ (ترمذی جلد ۲ ص۱۵۵) کہ میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔"

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ وَمَرَّةً بِفُؤَادِهٖ (زرقانی جلد ۲ ص۱۱) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔ ایک دفعہ آنکھوں کے ساتھ ایک دفعہ دل کے ساتھ۔"

(۳) قَالَ اَبُو الْحَسَنِ الْاَشْعَرِيُّ وَجَمَاعَةٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ اَنَّهٗ رَاَى اللّٰهَ بِبَصَرِهٖ وَعَيْنَيْ رَاْسِهٖ (الشفا لقاضی عیاض ص۱۱۹) امام ابوالحسن اشعری اور ایک جماعت کا قول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی نظر اور اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔"

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہی فرمایا جو اُمت کے سارے بزرگ کہتے رہے ہیں۔ اس پر اعتراض کرنا گویا سب حقائق کا انکار کرنا ہے۔ ہاں یہ یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت مذکورہ میں "جو نور محض ہے" صاف بتا رہا ہے کہ حضرتؑ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کوئی جسم نہیں کہ اس کی جسمانی شکل میں اس کو دیکھا جائے۔ بلکہ یہ دیدار اور زیارت نورانی ہے جس کا سب اہل علم اقرار کرتے ہیں تفصیل کے لئے نبراس کا باب "رؤیة اللّٰه تعالیٰ" ملاحظہ کریں جہاں طویل بحث کر کے آخر یہی ثابت کیا گیا ہے:۔

هٰذَا مُشْعِرٌ بِاِمْكَانِ الرُّؤْيَةِ فِي الدُّنْيَا وَلِهٰذَا اخْتَلَفَ الصَّحَابَةُ

فِی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ رَاٰی رَبَّہٗ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ اَمْ لَا وَالْاِخْتِلَافُ فِی الْوُقُوْعِ دَلِیْلٌ عَلَی الْاِمْکَانِ وَ اَمَّا الرُّؤْیَۃُ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ حُکِیَتْ عَنْ کَثِیْرٍ مِّنَ السَّلَفِ وَلَا خَفَاءَ فِی اَنَّھَا نَوْعُ مُشَاھَدَۃٍ بِالْقَلْبِ دُوْنَ الْعَیْنِ (نبراس ص۲۱)

پس معترض کا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔

الہام ربّنا عاج پر اعتراض کا جواب

(۵) قولہ: "ربّنا عاج کے متعلق لکھا کہ معنے معلوم نہیں۔ سنو عاج کے معنے ہاتھی دانت۔ استخوانِ فیل۔ گوبر وغیرہ۔ اب مرزائی صاحبان کی مرضی ہے کہ اس الہام کی رُو سے اپنے خدا کو ہاتھی دانت کا سمجھ لیں یا گوبر گنیش ؏ بریں عقل و ایماں تقاخر کنید" (ملخصاً عشرہ ص۱۰۱)

اقول: مصنفِ عشرہ نے ابتدائے کتاب میں اپنے "کم علم" ہونے کا اقرار کیا ہے۔ ہماری دانست میں اگر وہ ایسا اقرار نہ بھی کرتے تب بھی ان کی کم علمی نہایت عُریاں تھی لیکن اس قسم کے اعتراضات سے جہاں ان کی کم علمی بلکہ عدمِ علم (جہل) کا ثبوت ملتا ہے وہاں شرارت بھی ظاہر ہے۔ معترض پٹیالوی اس جگہ حضرتؑ کا الہام براہین احمدیہ ص۵۵۵ سے بایں الفاظ نقل کرتا ہے:

اغفر وارحم من السماء ربّنا عاج

اور پھر عاج کے ایسے گندے معنے کرتا ہے۔ کیا مغفرت اور رحم کا قرینہ اسکی عقل کی رہنمائی نہ کر سکا کہ اس جگہ کیا معنے کرنے چاہئیں۔ کیا پھر ایسی عقل پر ماتم نہ کرنا چاہیئے؟

میرے بھائیو! ہم کس بناء پر آریوں اور عیسائیوں کو مکر، کید وغیرہ کے معنے فریب کرنے میں مجرم گردانتے ہیں جبکہ منکر پٹیالوی ایسی قماش کے لوگ ربّنا عاج کے معنوں میں اپنی گندی فطرت کا ثبوت دیتے ہیں؟ کسی نے خوب کہا ہے اَلْاِنَاءُ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ صاف بات تھی کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی نسبت وارد ہوا ہے اس کے وہی معنے کرنے چاہئیں جو اسکے

شایانِ شان ہوں۔ قرآن مجید میں خدا کے ہاتھوں (یَدَاہُ مَبْسُوْطَتَانِ) اور چہرہ کا ذکر آیا ہے۔ اگر کوئی نادان اس سے ہمارے ہاتھوں کی طرح کے ہاتھ مراد لے تو ہم اُسے بے وقوف ہی کہیں گے۔ کیونکہ خدا کے ہاتھ اُسی کی شان کے مطابق ہیں۔ اسی طرح اس کا سمیع و بصیر ہونا بھی اپنے رنگ میں ہے۔ اسی طرح لفظ عاج کے معنے بھی اللہ کی شان کے مناسب ہی کرنے چاہئیں۔

بے شک اس لفظ کے معنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر نہیں فرمائے بلکہ حضور نے براہین احمدیہ کے زمانہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس کے معنے مجھ پر نہیں کھلے۔ یہ بیان اگرچہ حضرت اقدس کی صداقت کا درخشندہ ثبوت ہے۔ مگر جن لوگوں کے دلوں پر پردے ہیں اُن کے لئے یہ بھی قابلِ اعتراض ہے۔ ایسے لوگوں کی آگاہی کے لئے اتنا لکھنا ہی کافی ہے کہ مقطعات قرآنی کے متعلق تفاسیر میں لکھا ہے کہ ان کا علم کسی کو نہیں یہ صرف اللہ کو ہی پتہ ہے۔ مثلاً امام رازی کی تفسیر کبیر میں لکھا ہے:۔

"فی قولہ تعالیٰ الٓمٓ وما یجری مجراہ من الفواتح قولان احدھما ان ھذا علمٌ مستورٌ وسرٌّ محجوبٌ استأثر اللہ تبارک و تعالیٰ بہ قال ابوبکر الصدیق فی کل کتاب سرٌّ وسرہ فی القرآن اوائل السور۔" (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۲)

کہ مقطعات کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ مخفی علم اور پوشیدہ راز ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہر کتاب میں اللہ کا بھید ہوتا ہے اور اس کا راز قرآن میں سورتوں کے ابتدائی الفاظ ہیں۔"

پھر نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:۔

"لا بُعد فی تکلم اللہ تعالیٰ بکلام مفید فی نفسہ لا سبیل لاحدٍ الیٰ معرفتہ الیست فواتح السور من ھذا القبیل وھل یجوز لاحدٍ ان یقول انہ کلام غیر مفید وھل لاحد سبیل الیٰ ادراکہ۔" (السراج الوھاج شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۴۴)

ترجمہ۔ "یہ بات بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی عبارت میں کلام کرے جو فی ذاتہٖ مفید ہو لیکن کوئی نہ سمجھ سکے۔ کیا سورتوں کے پہلے الفاظ مقطعات اسی طرز کے

نہیں؟ کیا کسی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ان کو غیر مفید بتائے یا پھر
ان کا علم حاصل کر سکے؟"

پس معترضین کے لئے یہ تو ہرگز گنجائش نہیں کہ وہ عاج کے لفظ کے معنے نہ کھلنے کی وجہ سے اعتراض کریں۔ آئیے اب ہم یہ بتائیں کہ عاج کے معنے ازروئے لغت کیا ہیں؟ الہام مذکور میں اس کے معنے گوبر یا ہاتھی دانت کرنا کسی بھُس بھرے دماغ کا ہی کام ہے! ازروئے لغت عاج۔ کے دو معنے ہوسکتے ہیں کیونکہ اسے عَاجِ اور عاجّ پڑھا جاسکتا ہے

(۱) لفظ عاجِ اسم فاعل ہے۔ اس کا مادہ عَجْوَۃ ہے جس کے معنے ہیں :۔

"شیر بکر طفل یتیم را خورانید" (منتہی الارب)

پس ربّنا عاجِ کے معنے ہوں گے۔ ہمارا رب وہ ہے جو ہماری یتیمی کی حالت میں بھی خالص دودھ پلانے والا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان دنوں جبکہ ایمان ثریا پر جاچکا تھا اور زمینی کنوئیں (علماء و صوفیاء) بھی خشک ہو چکے تھے اور ہم کس مپرسی کی حالت میں تھے ہمارے رب نے ہمارا ہاتھ پکڑا اور آسمانی دودھ سے بہرہ یاب فرمایا۔ انہی معنوں میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے حضرتؑ نے فرمایا ہے ؎

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثل طفل شیر خوار

الہام الٰہی "آسمان سے بہت دودھ اُترا ہے محفوظ رکھو" (تذکرہ ۶۹۵) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۲) لفظ عاجٌّ اسم فاعل ہے۔ اس کا مادہ عَجٌّ ہے جس کے متعلق صراح اور منتہی الارب میں لکھا ہے :۔

"عَجَّ۔ عجاً و عجیجاً برداشت آواز را و بانگ کرد۔ منہ الحدیث اَفْضَلُ الْحَجِّ اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ یعنی برداشتن آواز را و قربان کردن ہدیہ را۔"

پس ربّنا عاجٌّ کے معنے ہوں گے کہ ہمارا خدا آواز بلند کرنے والا ہے یعنی اس کے احکام کا ہی غلبہ ہوگا۔ اسی مفہوم میں حضرتؑ نے فرمایا ؎

ہمچو اصوات السماء جاء المسیح جاء المسیح ❊ نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

ناظرین کرام! آپ نے دیکھا کہ ربنا عاجؑ کے کیسے واضح معنے ہیں مگر جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ غیر واضح مفہوم کو لے کر فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں۔ خیبھم اللہ فی سعیھم۔

ذاتِ باری کی تصویر کے اعتراض کا جواب

(۶) **قولہ۔** حقیقۃ الوحی ص۶۵ میں لکھتے ہیں:۔

"پس روحانی طور پر انسان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں کہ وہ اس قدر صفائی حاصل کرے کہ خدا تعالیٰ کی تصویر اس میں کھینچی جاوے۔"

توضیح المرام ص۷۵ میں حضرت جبرائیل کی نسبت لکھتے ہیں کہ:۔

"وہ خدا سے سانس کی ہوا یا آنکھ کے نور کی طرح نسبت رکھتا ہے اور خدا کی جنبش کے ساتھ ہی وہ بھی جنبش میں آجاتا ہے جیسا کہ اصل کی جنبش سے سایہ کا ہلنا طبعی طور پر ضروری امر ہے...... تو معاً اس کی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے نام سے موسوم کرنا چاہیئے۔ محب صادق کے دل میں منقش ہوجاتی ہے۔"

ناظرین! خدا تعالیٰ کی عکسی تصویر محب کے دل پر گزشتہ تیرہ سو سال میں مرزا صاحب کے سوائے اور کسی نے کبھی نہیں کھینچی تھی۔ مرزا صاحب نے اپنی عکسی تصویر اتروا کر مریدوں میں تقسیم کروائی۔ بجائے اس کے اپنے دل پر سے خدا کی تصویر کا عکس کیوں نہ اتروا لیا۔ تاکہ تمام لوگ اللہ میاں کی زیارت تو ان آنکھوں سے کر لیتے جس سے از ابتدائے آفرینش محروم ہیں.... بچہ بچہ جانتا ہے کہ تصویر ہمیشہ خارجی و مادی وجود کی ہوتی ہے خواہ دستی ہو یا عکسی۔ غیر مادی وجود کی تصویر بنانی ناممکن ہے..... جب اللہ کا جسم ہی نہیں تو تصویر کیسی؟ حضرت جبرائیل کو خدا کا سانس یا خدا کی آنکھ کا نور یا خدا کے جسم کا سایہ بتانا اور اس پر اعتقاد رکھنا مرزا صاحب اور ان کی اُمت کو ہی مبارک ہو مسلمان تو ان مشرکانہ عقائد سے سخت بیزار ہیں۔" (عشرہ ص۱۰)

اقول۔ (الف) معترض پٹیالوی کے اعتراض کی بنیاد جن دو حوالوں پر ہے ان کے پیش کرنے میں اس نے یہودیانہ کتر و بیونت سے کام لیا ہے اسلئے ہم پہلے اصل حوالجات نقل کرتے ہیں۔ حقیقۃ الوحی کا مکمل حوالہ حسب ذیل ہے۔ حضرت فرماتے ہیں :-

"روحانی طور پر انسان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں کہ وہ اس قدر صفائی حاصل کرے کہ خدا تعالیٰ کی تصویر اس میں کھینچی جائے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً یعنی میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ تصویر ایک چیز کی اصل صورت کی خلیفہ ہوتی ہے یعنی جانشین۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس جس موقع پر اصل صورت میں اعضاء واقع ہوتے ہیں اور خط و خال ہوتے ہیں۔ اسی اسی موقع پر تصویر میں بھی ہوتے ہیں۔ اور حدیث شریف نیز تورات میں بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔ پس صورت سے مراد یہی روحانی تشابہ ہے۔" (صفحہ ۳۵)

توضیح مرام کا حوالہ۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ امر ضروری ہے کہ وحی کے القاء یا ملکۂ وحی کے عطا کرنے کے لئے بھی کوئی مخلوق خدا تعالیٰ کے الہامی اور روحانی ارادہ کو بمنصۂ ظہور لانے کے لئے ایک عضو کی طرح بن کر خدمت بجا لاوے جیساکہ جسمانی ارادوں کے پورا کرنے کے لئے بجا لاتے ہیں۔ سو وہ وہی عضو ہے جس کو دوسرے لفظوں میں جبریل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو بہ تبعیت حرکت اس وجود اعظم کے سچ مچ ایک عضو کی طرح بلا توقف حرکت میں آجاتا ہے یعنی جب خدا تعالیٰ محبت کرنے والے دل کی طرف محبت کے ساتھ رجوع کرتا ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا جس کا ابھی بیان ہو چکا ہے جبریل کو بھی جو سانس کی ہوا یا آنکھ کے نور کی طرح خدا تعالیٰ سے نسبت رکھتا ہے اس طرف ساتھ ہی

حرکت کرنی پڑتی ہے یا یوں کہو کہ خدا تعالیٰ کی جنبش کے ساتھ ہی
وہ بھی بلا اختیار و بلا ارادہ اسی طور سے جنبش میں آجاتا ہے
کہ جیسا اصل کی جنبش سے سایہ کا ہلنا طبعی طور پر ضروری امر ہے
پس جب جبریلی نور خدا تعالیٰ کی کشش اور تحریک اور
نفخہ روحانیہ سے جنبش میں آجاتا ہے تو معاً اس کی ایک
عکسی تصویر جس کو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا
چاہیئے۔ محب صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے اور
اس کی محبت صادقہ کا ایک عرض لازم ٹھہر جاتی ہے۔ تب یہ قوت
خدا تعالیٰ کی آواز سننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی اور اس کے
عجائبات کے دیکھنے کے لئے آنکھوں کا قائم مقام ہو جاتی ہے اور
اس کے الہامات زبان پر جاری ہونے کے لئے ایک ایسی محرک حرارت
کا کام دیتی ہے جو زبان کے پہیہ کو زور کے ساتھ الہامی خط پر
چلاتی ہے" (صفحہ ۷۹)

قارئین کرام! آپ غور فرما دیں کہ کیا ان عبارتوں میں خدا تعالیٰ کی
تصویر بن جانے کا ذکر ہے۔ توضیح المرام کے حوالہ میں معترض نے ایک سطر چھوڑ کر
دھوکہ دیا تھا مکمل حوالہ پڑھنے سے صاف نکل جاتا ہے کہ اس جگہ جبریلی نور کی عکسی
تصویر کا ذکر ہے اور وہ بھی صرف روح القدس کے معنوں میں حقیقۃ الوحی کے
حوالہ میں روحانی تصویر کا ذکر ہے۔ اس کی تشریح کرنے کے بعد صاف لکھا ہے
کہ صورت سے مراد روحانی تشابہ ہے۔ کیا روحانی تشابہ کا ذکر غلط ہے
یا شرک ہے؟ بہر حال معترض پٹیالوی نے حقیقۃ الوحی اور توضیح المرام کے حوالہ
سے جو اتہام باندھا ہے سراسر غلط ہے ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج ؎ تا ثریا مے رود دیوار کج

(ب) بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک لطیف وجود ہے جو حدود و قیود اور تحیز و
تجسم سے بالا ہے اسلیئے اس کی جسمانی تصویر ناممکن محض ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات
کے لحاظ سے ایک روحانی تصور ضروری ہے جس کو انسانی عقل سمجھ سکے۔ لا یکلف اللہ

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ غیر مادی وجود کی جسمانی تصویر ناممکن ہے لیکن روحانی اور تمثیلی تصویر ممکن ہے۔ مثلاً وفاداری، محبت اور غضب غیر مادی چیزیں ہیں، مگر روزمرہ محاورات میں بولا جاتا ہے۔ فلاں شخص پیکرِ وفا اور تصویرِ محبت ہے یا مجسّم غضب ہے تصویر سے مراد روحانی اور تمثیلی تصویر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے بھی ایسے روحانی تصوّر کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں بلکہ تمام الہامی کتابیں اس پر متفق ہیں دیکھیے

(۱) تورات میں لکھا ہے :۔

"تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنائیں"۔

(پیدائش ۱/۲۶)

(۲) قرآن مجید میں ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ میں زمین میں اپنا قائم مقام بنانیوالا ہوں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنا مظہر بنایا" (مجموعہ فتاویٰ حصہ دوم ص۲۷)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً۔ (بقرہ ع ۱۶) تم اللہ تعالیٰ کا رنگ پیدا کرو، اس میں رنگین ہو جاؤ اور اللہ سے بڑھ کر اچھا رنگ کس کا ہو سکتا ہے"۔

(۳) حدیث میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ پھر تاکیداً فرمایا تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔

کیا ان حوالجات کی موجودگی میں کوئی دیانتدار شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے؟

(ج) آج ہمارے مخالف محض لفظ تصویر، اور وہ بھی روحانی تصویر پر اس طرح معترض ہو رہے ہیں کیا ان کو یاد نہیں کہ اسلام کے نادان مخالف قرآن مجید اور حدیث پر بھی یہی اعتراض کرتے رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ۔

(۱) خدا کی انگلیاں بھی ہیں، حدیث میں ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کہ مومن کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہوتا ہے۔

(۲) اس کے ہاتھ بھی ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے یَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ (مائدہ ع۹) یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (الفتح ع۱) وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ (زمر ع۷) وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (ذاریات ع۳) یعنے اسکے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ خدا کا ہاتھ مومنوں کے ہاتھوں پر ہے۔ سب آسمان اس دن اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہونگے۔ ہم نے زمینوں کو ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسیع کرنیوالے ہیں۔

(۳) اس کا چہرہ بھی ہے۔ فرمایا کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص ع۹) ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرہ کے۔

(۴) اس کے پاؤں بھی ہیں حَتّٰی یَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهٗ اَوْ رِجْلَهٗ یہاں تک کہ جہنم میں خدا تعالیٰ اپنا قدم یا پاؤں رکھیگا۔ (البخاری و مسلم مشکوٰۃ ص۴۹۵)

(۵) اس کی پنڈلی بھی ہے یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ (القلم ع۲) جس دن خدا کی پنڈلی ننگی کی جائے گی۔[1]

کیا ہم اور غیر احمدی علماء اسلام کے ان مخالفین کو یہی جواب نہیں دیا کرتے کہ یہ محض استعارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ وغیرہ اس کی شان کے مناسب ہیں۔ پھر کیا آج یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اگر ہاتھ پیر روحانی ہو سکتے ہیں تو تصویر بھی روحانی ہو سکتی ہے؟

(د) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جبریل کو خدا کا سانس یا اس کی آنکھ کا نور یا اس کے جسم کا سایہ نہیں لکھا۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ ہاں حضرتؑ نے اتنا تحریر فرمایا ہے کہ جبریل اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کا کامل مطیع ہے اور اپنے ارادہ اور اختیار کے بغیر محض منشاء الٰہی سے ہی حرکت کرتا ہے اور "بہ تبعیت حرکت اس وجود اعظم کے سچ مچ ایک عضو کی طرح بلا توقف حرکت میں آجاتا ہے۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس صداقت کو تمثیلاً یوں ظاہر فرمایا کہ جس طرح انسان کے اعضاء میں کلی توافق ہوتا ہے۔ دل میں خیال پیدا ہوتے ہی ہاتھوں میں

---

[1] یہ ترجمہ غیر احمدیوں کے نزدیک ہے۔ اصل ترجمہ اس آیت کا یہ ہے۔ جس دن سخت گھبراہٹ ہوگی یہ عربی کا محاورہ ہے۔ (مؤلف)

حرکت پیدا ہو جاتی ہے یا سانس کے آتے ہی ہَوا میں تموّج پیدا ہوتا ہے یا جدھر آنکھ دیکھتی ہے اُدھر ہی آنکھ کا نور بلا ارادہ کام میں لگ جاتا ہے یا جدھر انسان چلتا ہے اُس طرف اُس کا سایہ بھی حرکت کرنے لگ جاتا ہے۔ یہ تمام مثالیں اطاعتِ تامہ کے اظہار کے لئے انسانی مشاہدات کے مطابق دی گئی ہیں۔ اِن کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جبریل خدا کا سانس، اس کی آنکھ کا نور، یا اس کے جسم کا سایہ ہے۔ حاشا وکلّا۔ اصل عبارت آپ کے سامنے ہے۔ خود فیصلہ فرما سکتے ہیں معترض نے اپنی نقل کردہ عبارت میں خیانت سے الفاظ کو ادل بدل کر دیا ہے اسلئے ہم نے حوالہ اصل الفاظ میں درج کر دیا ہے۔

معترض "خدا کے سایہ" کو مشرکانہ عقیدہ بتاتا ہے حالانکہ یہ ایک لطیف استعارہ ہے۔ سب لوگ کہتے ہیں اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ بادشاہ خدا کا سایہ ہے۔ کیا اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایک جسم ہے اور اس کا یہ بادشاہ سایہ ہے؟ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے کہ سات آدمی میرے سایہ میں ہوں گے اُس دن جب میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ سَبْعَةٌ تَحْتَ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ اللّٰهِ تو کیا اِس سے یہ مراد ہے کہ خدا مجسّم ہے اور اس کا سایہ دیوار کے سایہ کی طرح ہوگا؟ اُردو زبان میں "سایۂ عاطفت" کہتے ہیں، کیا عاطفت کوئی مجسّم چیز ہے؟

نیز یاد رکھنا چاہیئے کہ سایہ کا لفظ متابعت کے لئے استعارۃً مستعمل ہوتا ہے۔ ضرب المثل ہے هُوَ اَطْوَعُ لَكَ مِنْ ظِلِّكَ وہ تیرے سایہ سے بھی زیادہ تیرا مطیع ہے۔ پس اوّل تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر میں جبریل کو خدا کا سایہ لکھا نہیں لیکن اگر ہوتا تب بھی قابلِ اعتراض نہ تھا کیونکہ اسکے یہی معنے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پوری طرح متابعت کرتا ہے۔ اور خود قرآن مجید کہتا ہے وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (تحریم ع۱) کہ فرشتے وہی کرتے ہیں جو اُن کو حکم دیا جاتا ہے۔ جبریل اُن میں سے مقدم ہے۔ اسلئے بخاری شریف میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا

فَاَحِبَّهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقُبُوْلُ فِي الْاَرْضِ"

ترجمہ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو وہ جبریل کو کہتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ وہ اس شخص سے محبت کرتا ہے۔ پھر جبریل آسمان والوں میں منادی کرتا ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس اہل السمار اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس بندے کے لئے زمین میں قبولیت رکھی جاتی ہے۔" (بخاری کتاب بدء الخلق جلد ۲ صفحہ ۱۵۲)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے کے لئے سب سے پہلے تحریک جبریل کو کرتا ہے۔ پھر وہ دیگر ملائک اور نیک ارواح میں اس کی محبت کا اعلان کرتا ہے۔ مقام حیرت ہے کہ اگر اسی مفہوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے رنگ میں ادا فرمایا تو اس پر یہ لوگ سیخ پا ہو رہے ہیں۔ درحقیقت ان کا بھی قصور نہیں۔ کیونکہ علم روحانیت سے یہ لوگ خالی ہیں اسلئے ہر آسمانی صداقت پر محو حیرت ہو جاتے ہیں۔

(ذ) مجھے ہرگز شبہ نہیں کہ معترض کے الفاظ "اپنے دل پر سے خدا کی تصویر کا عکس ہی کیوں نہ اتروا لیا" کو کوئی سمجھدار انسان قابل التفات قرار دے سکتا ہے۔ روحانی تصویر اور دل میں، پھر اس کا عکس اتار کر ظاہری فوٹو بنا کر خدا کی تصویر بنا دی جائے، یہ مقولہ یقیناً حماقتوں کا مجموعہ ہے۔ اسی موقع کیلئے سعدی مرحوم فرما گئے ہیں ؎

جواب جاہلاں باشد خموشی

حضرت مسیح موعودؑ کا حکم اپنے فوٹو کے متعلق

ہاں معترض نے اس ضمن میں ایک بات لکھی ہے اسکی تردید ضروری ہے اور وہ یہ کہ:۔

"مرزا صاحب نے اپنی عکسی تصویر اتروا کر مریدوں میں تقسیم کروائی۔" (عشرہ صفحہ ۱۰۲)

معترض پٹیالوی نے اِس بیان میں بھی غلط بیانی کو شیر مادر سمجھا ہے - حضرت مرزا صاحب نے اپنی تصویر اُتروا کر مریدوں میں ہرگز تقسیم نہیں کی - ہاں حضورؑ نے ایک ضرورت شرعی کے لئے تصویر اُتروائی ہے - اِس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مکمل بیان درج ذیل کرتا ہوں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں :-

"میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے اور اس کو بُت پرستوں کی طرح اپنے پاس رکھے یا شائع کرے - میں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی ایسا کرے - اور مجھ سے زیادہ بُت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن نہیں ہوگا لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آجکل یورپ کے لوگ جس شخص کی تالیف کو دیکھنا چاہیں اوّل خواہشمند ہوتے ہیں جو اس کی تصویر دیکھیں کیونکہ یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے اور اکثر ان کے محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب - اور وہ لوگ بباعث ہزارہا کوس کے فاصلہ کے مجھ تک پہنچ نہیں سکتے اور نہ میرا چہرہ دیکھ سکتے ہیں - لہذا اُس ملک کے اہلِ فراست بذریعہ تصویر میرے اندرونی حالات میں غور کرتے ہیں - کئی ایسے لوگ ہیں جو انہوں نے یورپ یا امریکہ سے میری طرف چٹھیاں لکھی ہیں اور اپنی چٹھیوں میں تحریر کیا ہے کہ ہم نے آپ کی تصویر کو غور سے دیکھا اور علم فراست کے ذریعہ سے ہمیں ماننا پڑا کہ جس کی یہ تصویر ہے وہ کاذب نہیں ہے - اور امریکہ کی ایک عورت نے میری تصویر کو دیکھ کر کہا کہ یہ یسوع یعنے عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے - پس اس غرض[1] سے اور اِس حد تک میں نے اس طریق کے جاری ہونے میں مصلحتاً خاموشی اختیار کی و اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات - اور میرا مذہب یہ نہیں ہے

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ملوکِ عجم کو خطوط لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ بغیر مُہر کوئی خط نہیں پڑھتے اس پر حضورؐ نے مہر تیار کروالی - (مؤلف)

کہ تصویر کی حرمت قطعی ہے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فرقِ جن حضرت سلیمانؑ کے لئے تصویریں بناتے تھے[1] اور بنی اسرائیل کے پاس مدّت تک انبیاء کی تصویریں رہیں[2] جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصویر تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ کی تصویر ایک پارچہ ریشمی پر جبرئیل علیہ السلام نے دکھلائی تھی[3]۔ اور پانی میں بعض پتھروں پر جانوروں کی تصویریں قدرتی طور پر چھپ جاتی ہیں۔ اور یہ آلہ جس کے ذریعہ سے اب تصویر لی جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایجاد نہیں ہوا تھا۔ اور یہ نہایت ضروری آلہ ہے جس کے ذریعہ سے بعض امراض کی تشخیص ہو سکتی ہے۔ ایک اور آلہ تصویر کا نکلا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی تمام ہڈیوں کی تصویر کھینچی جاتی ہے اور وجع المفاصل و نقرس وغیرہ امراض کی تشخیص کے لئے اس آلہ کے ذریعہ سے تصویر کھینچتے ہیں اور مرض کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ ایسا ہی فوٹو کے ذریعہ سے بہت سے علمی فوائد ظہور میں آئے ہیں۔ چنانچہ بعض انگریزوں نے فوٹو کے ذریعہ سے دنیا کے کل جانداروں یہاں تک کہ طرح طرح کی ٹڈیوں کی تصویریں اور ہر ایک قسم کے پرند اور چرند کی تصویریں اپنی کتابوں میں چھاپ دی ہیں جس سے علمی ترقی ہوئی ہے۔ پس کیا گمان ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جو علم کی ترغیب دیتا ہے وہ ایسے آلہ کا استعمال کرنا حرام قرار دے جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے امراض کی تشخیص ہوتی ہے اور اہلِ فراست کے لئے ہدایت پانے کا ایک ذریعہ ہو جاتا ہے۔ یہ تمام جہالتیں ہیں جو پھیل گئی ہیں۔ ہمارے ملک کے مولوی چہرہ شاہی

---

[1] یعملون لہ مایشاء من محاریب و تماثیل و جفان کالجواب۔ الآیۃ (سبا ع ۲) مؤلف

[2] ملاحظہ ہو الانوار المحمدیۃ از مواہب لدنیہ صفحہ ۲۶۹ و صفحہ ۲۸ مطبوعہ بیروت سنہ ۱۳۱۲ھ۔ (مؤلف)

[3] بخاری کتاب الرؤیا۔ (مؤلف)

سکّے کے روپیہ اور دونیاں اور چونیاں اور اٹھنیاں اپنی جیبوں اور گھروں میں سے کیوں باہر نہیں پھینکتے۔ کیا ان سکّوں پر تصویریں نہیں؟ افسوس کہ یہ لوگ ناحق خلاف معقول باتیں کر کے مخالفوں کو اسلام پر ہنسی کا موقع دیتے ہیں۔ اسلام نے تمام لغو کام اور ایسے کام جو شرک کے مؤید ہیں حرام کئے ہیں نہ ایسے کام جو انسانی علم کو ترقی دیتے اور امراض کی شناخت کا ذریعہ ٹھہرتے اور اہل فراست کو ہدایت سے قریب کر دیتے ہیں لیکن با ایں ہمہ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میری جماعت کے لوگ بغیر ایسی ضرورت کے جو کہ مضطر کرتی ہے وہ میرے فوٹو کو عام طور شائع کرنا اپنا کسب اور پیشہ بنا لیں۔ کیونکہ اسی طرح رفتہ رفتہ بدعات پیدا ہو جاتی ہیں اور شرک تک پہنچتی ہیں۔ اسلئے میں اپنی جماعت کو اس جگہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ان کے لئے ممکن ہو ایسے کاموں سے دستکش رہیں۔ بعض صاحبوں کے میں نے کارڈ دیکھے ہیں اور ان کی پشت کے کنارہ پر اپنی تصویر دیکھی ہے میں ایسی اشاعت کا سخت مخالف ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص ہماری جماعت میں سے ایسے کام کا مرتکب ہو۔ ایک صحیح اور مفید غرض کے لئے کام کرنا اور امر ہے اور ہندوؤں کی طرح جو اپنے بزرگوں کی تصویریں جا بجا در و دیوار پر نصب کرتے ہیں یہ اور بات ہے۔ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے لغو کام منجر بشرک ہو جاتے ہیں۔ اور بڑی بڑی خرابیاں ان سے پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ ہندوؤں اور نصاریٰ میں پیدا ہو گئیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ جو شخص میرے نصائح کو عظمت اور عزت کی نظر سے دیکھتا ہے اور میرا سچا پیرو ہے وہ اس حکم کے بعد ایسے کاموں سے دستکش رہے گا۔ ورنہ وہ میری ہدایتوں کے برخلاف اپنے تئیں چلاتا ہے اور شریعت کی راہ میں گستاخی سے قدم رکھتا ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۴-۱۹۵)

اِس طویل اقتباس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا مذہب دربارہ حرمت تصویر اس کے دلائل از رُوئے قرآن وحدیث و واقعات، نیز اپنے فوٹو کی غرض اور جماعت احمدیہ کے لیئے اِس باب میں ضروری ہدایات درج فرمادی ہیں۔ کوئی شخص اِس کو پڑھنے کے بعد انصافاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فوٹو پر اعتراض نہیں کر سکتا وھوالمراد۔

معترض بٹیالوی نے فقرۂ اوّل میں جس قدر باتیں درج کی تھیں ان کا جواب ہم لکھ چکے ہیں۔ معترض کا منشاء ان اعتراضات سے یہ تھا کہ (نعوذ باللہ) حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد مشرکانہ تھے اسلیئے تفصیلی جواب کے آخر میں ہم حضرت اقدسؑ کی ایک عبارت بھی پیش کر دیتے ہیں۔ حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"اے سُننے والو سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اُس کے ہو جاؤ۔ اُس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی وہ سُنتا ہے جیسا کہ وہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سُنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سُنتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ اُس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں۔ اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دُور ہونے کے اور دُور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے مگر اس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔" (رسالہ الوصیت صفحہ ۹)

نیز فرمایا ہے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں — دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں — خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب — کیوں نہیں لوگو! تمہیں خوفِ عقاب

(درثمین)

فقرہ دوم - نبوّت کا دعوےٰ

اِس نمبر میں معترض پٹیالوی نے اِس فرسودہ اعتراض کو دُہرایا ہے کہ پہلے حضرت مرزا صاحبؑ نے دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے اور بعد ازاں صراحتاً دعویٰ نبوت فرما دیا۔ ہم اِس اعتراض کا جواب فصل اوّل اور فصل چہارم میں بالتفصیل عرض کر چکے ہیں اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مختصر یوں کہ انکار اُس نبوت کا ہے اور تھا جو شریعت والی اور بغیر اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو۔ اقرار اُس نبوت کا ہے اور تھا جو غیر تشریعی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّی نبوت ہے۔ چنانچہ اِس قسم نبوّت کو اُمّت میں بالاتفاق جاری مانا گیا ہے تفصیل کیلئے دیکھو فصل دوازدہم باب دوم۔

اب ہم اِس فقرہ کے بعض اعتراضات کا **قولہ و اقول** کے طرز پر مسلسل جواب لکھتے ہیں:۔

(۷) **قولہ** :۔ "مرزا صاحب کی تصانیف و الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ شروع سے ہی موجود تھے۔" (عشرہ صلا۱۰۲)

اقول۔ حق بر زبان جاری۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔

(۸) **قولہ** :۔ "مرزا صاحب نے نہ صرف مسیح موعود اور نبی ہونے کا ہی دعویٰ کیا بلکہ ہر ایک نبی کے وجود اور کمال کے مظہر بن بیٹھے اور اس کے ساتھ ڈھکوسلہ یہ لگا دیا کہ متابعتِ تامہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے یہ درجہ حاصل ہُوا ہے۔" (عشرہ صلا۱۰۳)

اقول۔ جب خدا تعالیٰ کسی کو مقاماتِ رفعت عطا کرے تو وہ ان کے اظہار میں معذور ہے۔ خوب فرمایا سہ

حکم است ز آسماں بزمیں میرسانمش
گر بشنوم نہ گویمش آنرا کجا برم

(حضرت مسیح موعودؑ)

"ڈھکوسلہ" کی بھی ایک ہی کہی۔ کیا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے ہر انعام ربانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے وابستہ نہیں کر دیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ع) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (نساء ع) اے رسول! تو کہدے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو محبوب کبریا بن جاؤ گے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی پیروی کرے گا وہ منعم علیہ گروہ میں شامل ہو جائے گا جو نبی، صدیق، شہید اور صالح ہیں اور یہ بہترین ساتھی ہیں۔ حدیث میں رسول پاکؐ بھی فرماتے ہیں لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِيْ کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو اُن کے لئے بھی بجز میری متابعت کے چارہ کار نہ ہوتا۔ اس حدیث اور آیت قرآنی کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ شانِ موسوی اور شانِ عیسوی کے مالک حضورؐ کے غلاموں اور خدام میں ہیں[1]۔ نعم ما قال المسیح الموعود فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؎

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیح ناصری شد از دمِ او بیشمار

(درثمین فارسی)

اخبار اہلحدیث بھی لکھتا ہے ؎

غلامی آپؐ کی ہے بادشاہی ملک عقبیٰ کی
اطاعت آپؐ کی سرمایہ ہے عیشِ مخلد کا (اہلحدیث ۲۲ جولائی ۱۹۱۲ء)

---

[1] جناب مولوی محمد قاسم صاحب بانیٔ مدرسۂ دیوبند کا مدح نبوی میں شعر ہے ؎
جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے ÷ کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار (قصائد قاسمی مطبوعہ مجتبائی ...)

بہرکیف حضرت مرزا صاحبؑ کا اعتراف متابعت قابل اعتراض نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت ہے۔ ناظرین کرام! اس جگہ اتنی بات ضرور یاد رکھیں کہ معترض پٹیالوی نے تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے ہمیشہ یہی کہا کہ:-

"متابعتِ تامہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے یہ درجہ حاصل ہوا ہے"

کیونکہ ابھی عنقریب وہ یہ الزام لگائے گا کہ (نعوذ باللہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افضلیت کا دعویٰ کیا ہے۔ وبینھما بونٌ بعیدٌ۔

(۹) قولہ:- "فرقہ قادیانی کے پیشوائے موجودہ یعنی مرزا صاحب کے پسر مرزا محمود احمد (ایدہ اللہ بنصرہ) نے تو نبوت کو ایسا عام اور ایسا ارزاں کر دیا کہ ان کے مسلمات کی رُو سے تمام ایسے کذاب اور مفتری جنہوں نے گزشتہ ۱۳۰۰ سال میں دعویٔ نبوت کیا سچے نبی ٹھہرتے ہیں" (عشرہ ص۱۰۲ حاشیہ)

اقول محض افتراء ہے۔ بھلا اگر ہمارے مسلمات کی رُو سے اُن میں کوئی ایک نبی بھی سچا ثابت ہوتا تو ہم کیوں نہ اُس کی تصدیق کرتے۔ ہمارا کوئی ایسا مسئلہ عقیدہ نہیں جو کسی جھوٹے کو سچا ثابت کر سکے۔ ہاں ہمارے اصول اور قرآن مجید کے اصول کے مطابق جو نبی سچا ٹھہرتا ہے ہم اس کو سچا مانتے ہیں وَاِلّا فلا۔ ہم نبوت کو نہ ارزاں کر سکتے ہیں نہ گراں۔ یہ تو خدا تعالیٰ کے بس کی بات ہے۔ فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام ع۱۵) کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں رسالت رکھے۔" یہ ٹھیکہ تو اُن لوگوں نے لے رکھا ہے جو کہتے ہیں کہ ہنوز دنیا میں فسق و فجور کا دور باقی ہے ظلمت کا غلبہ ترقی پر ہے۔ گویا دنیا کو نبوت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں آ گئی۔ لیکن بایں ہمہ وہ اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اب کسی قسم کا نبی نہ آئے گا۔ بقول خود گویا انہوں نے نبوت کو گراں کر رکھا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (زخرف ع۳)

کہ کیا یہ لوگ خود رحمتِ ربانی کو تقسیم کرنے والے ہیں؟ ہم نے تو خود ان کی زندگی کے سامان ان میں تقسیم کئے ہیں۔

(۱۰) **قولہ**:" نبوت کے بارہ میں آپ کی اُمت کے دو فریق لاہوری اور قادیانی بن گئے ہیں۔ اول الذکر انکو نبی نہیں مانتے اور ابتدائی اقوال سے سند پکڑتے ہیں۔" (عشرہ صفحہ ۱۰۲)

اقول۔ ان کا محض "ابتدائی اقوال" سے سند پکڑنا اور باقی حصّہ اقوال کو ترک کر دینا ہی ان کے غلط کار ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (بقرۃ ع) کہ کیا تم ایک حصّہ کتاب کو مانتے ہو اور دوسرے حصّہ کا انکار کرتے ہو؟ جو تم میں سے ایسا کرے گا وہ دنیا میں بھی ذلیل ہوگا"

یوں اختلاف بالذات موجب قدح نہیں مسلمان کہلانے والوں کے تہتر فرقے ہو گئے۔ کیا اس سے آنحضرتؐ کی صداقت پر اعتراض ہو سکتا ہے؟ حضرت مسیح ناصری کے بعد مختلف فرقے ہو گئے تھے شیعہ سنّی کا تنازع تیرہ سو برس سے آ رہا ہے۔ پس اختلاف فی ذاتہٖ اعتراض کے قابل نہیں۔

مزید برآں لاہوری فریق (غیر مبایعین) کا یہ اختلاف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی ایک اور دلیل ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کے وقت میں بھی ان کے کچھ ماننے والوں نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا تھا کہ وہ نبی نہ تھے صرف ایک ولی تھے۔ یہ لوگ فرقہ عنانیہ کے نام سے موسوم تھے۔ ان کا قول تھا:۔

"اِنَّهٗ كَانَ مِنْ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ نَبِيًّا"

(اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین مصنفہ امام فخر الدین رازی مطبوعہ مصر صفحہ ۸۶)

کہ حضرت مسیح اولیاء اللہ میں سے تھے نبی نہ تھے۔"

فرقہ عنانیہ کا یہی عقیدہ کتاب الملل والنحل للشہرستانی برحاشیہ الفصل فی الملل والنحل لابن حزم جلد ۲ صفحہ ۳۵ مطبوعہ مصر میں بھی درج ہے۔

پس معترض کا یہ اعتراض تو ایک دلیلِ صداقت ہے۔ اے کاش لوگ تدبر سے کام لیں۔!

(۱۱) **قوله:** "ہم صرف اس قدر لکھنا چاہتے ہیں کہ جھوٹے نبیوں کا اس اُمت میں حسب پیشگوئی مخبرِ صادق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ضروری تھا۔ جیسا کہ پچھلے زمانہ میں بھی ہوتے رہے۔" (عشرہ ص۱۰۱)

اقول۔ (الف) کیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف جھوٹوں کی ہی بشارت دی ہے؟ کیا اُمتِ مرحومہ کے خیرِ اُمت ہونے کا یہی ثبوت ہے کہ اس میں تفرق وتشتت کے انتہائی عالم میں بھی دجال اور جھوٹے نبی ہی آئیں گے؟ حضور سرورِ کائنات نے تو آنے والے مسیح موعود کو چار مرتبہ نبی اللہ کہہ کر سچوں کی بھی خبر دی تھی مگر قوم اس سے غافل ہے۔

(ب) شارحینِ حدیث لکھ چکے ہیں کہ وہ تعداد تیس یا ستائیس پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی شرح میں حدیث یُبْعَثُ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ کے ماتحت لکھا ہے:۔

"هٰذَا الْحَدِيْثُ ظَهَرَ صِدْقُهٗ فَاِنَّهٗ لَوْ عُدَّ مَنْ تَنَبَّأَ مِنْ زَمَنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْاٰنَ لَبَلَغَ هٰذَا الْعَدَدَ وَيَعْرِفُ ذٰلِكَ مَنْ يُطَالِعُ التَّوَارِيْخَ وَلَوْلَا الْاِطَالَةُ لَفَعَلْنَا ذٰلِكَ"

(اکمال الاکمال جلد ۷ ص۲۵۸ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ اس حدیث کی صداقت ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ اگر ان لوگوں کا شمار کیا جاوے جنہوں نے حضورؐ کے زمانہ سے لیکر آج تک جھوٹے دعاوئ نبوت کئے ہیں تو وہ اس عدد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس بات کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو تاریخ کا مطالعہ رکھتا ہے۔ اگر خوفِ طوالت نہ ہوتا تو ہم ان کو بالتفصیل ذکر کرتے۔"

اس تحریر کا راقم ۸۲۸ھ ہجری میں فوت ہوا ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے:۔

"بالجملہ آنچہ آنحضرت صلعم اخبار بوجود دجالین کذابین دریں اُمت فرمودہ

بود واقع شود۔" (حجج الکرامہ ۲۳۹)

پس اب اسی حدیث کو بطور سند پیش کرتے رہنا مناسب نہیں۔ کیا آپ لوگوں کے دجالوں کا سلسلہ کہیں منقطع ہوکر کوئی سچا اور صادق مصلح بھی پیدا ہوگا یا نہیں؟

(ج) قرآن مجید سچے اور جھوٹے نبی کے لئے مابہ الامتیاز پیش کرتا ہے۔ پس اس کو معیار بنا کر فیصلہ کر سکتے ہو۔ منہاج نبوت اور علامات صادقین جس مدعی پر چسپاں ہوں۔ اس کو جھوٹا کہنا، تقویٰ کا طریق نہیں۔ دیکھو تم نے خود انجیل کے یہ الفاظ درج کئے ہیں کہ مسیح نے کہا "بہت جھوٹے نبی اُٹھیں گے اور بہتوں کو گمراہ کریں گے۔" (عشرہ ص۱) کیا اگر ایک پادری یہی آیت پیش کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف استدلال کرے تو وہ حق بجانب ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ جہاں مسیح نے جھوٹے نبیوں کی خبر دی ہے وہاں سچے نبیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً وہ نبی کی آمد کی خبر، نیز مثیلِ مسیح (نبی اللہ) کی آمد کی بشارت دی ہے، بعینہٖ اسی طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف کذابوں کی خبر دی ہے تو دوسری طرف سچے نبی اللہ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

(د) ہمیں ان لوگوں پر تعجب ہے جو وقت کی نزاکت، اُمتِ محمدیہ کے حالات کے اقتضاء، کو پسِ پشت ڈال کر خدا کے سچے نبی حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب پر کمربستہ ہیں۔ کیا صدی کا شروع مجددِ دین کا مقتضی نہ تھا؟ کیا غیر مذاہب کی یورشیں اور اسلام کی بے کسی پکار پکار کر مصلحِ ربانی کا مطالبہ نہ کر رہی تھی؟ اے قوم! کیا تو موسم خزاں کے بعد بہار اور رات کے بعد دن کے طلوع کی منتظر نہیں ہوتی؟ کیا ظلمت کا انتہاء نور کے وجود کو نہیں چاہتا۔ پھر کیوں ان حالات میں آنے والے کو تم دجال کہتے ہو اور اس کی مخالفت پر آمادہ ہو؟ سنو۔ خدا کا برگزیدہ پیغمبر قادیان فرماتا ہے:۔

> "یہ لوگ اب تک آسمانی گورنمنٹ کے باغی ہیں خدا کے نشانوں کو نہیں دیکھتے۔ اُمتِ ضعیفہ کی ضرورت پر نظر نہیں ڈالتے۔ صلیبی غلبہ کا مشاہدہ نہیں کرتے اور ہر روز ارتداد کا گرم بازار دیکھ کر ان کے دل نہیں کانپتے۔

اور جب ان کو کہا جائے کہ عین ضرورت کے وقت میں، عین صدی کے سر پر، عین غلبۂ صلیب کے ایام میں، یہ مجدد آیا۔ جس کا نام ان معنوں سے مسیح موعود ہے کہ جو اسی صلیبی فتنہ کے وقت میں ظاہر ہوا تو کہتے ہیں کہ حدیثوں میں ہے کہ اس اُمت میں تیس[۳۰] دجال آویں گے کہ تا اُمّت کا اچھی طرح خاتمہ کر دیں۔ کیا خوب عقیدہ ہے۔ اے نادانو! کیا اس اُمّت کی ایسی ہی پھوٹی ہوئی قسمت، اور ایسے ہی بد طالع ہیں کہ ان کے حصہ میں تیس[۳۰] دجال ہی رہ گئے۔ دجال تو تیس[۳۰] مگر طوفانِ صلیب کے فرو کرنے کے لئے ایک بھی مجدد نہ آ سکا۔ زہے قسمت۔ خدا نے پہلی اُمتوں کے لئے تو پے در پے نبی اور رسول بھیجے لیکن جب اس اُمّت کی نوبت آئی تو اس کو تیس[۳۰] دجال کی خوشخبری سُنائی گئی۔ اور پھر یہ بھی ثابت شدہ پیشگوئی ہے کہ آخرکار اس اُمّت کے علماء بھی یہودی بن جائیں گے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اب تک لاکھوں آدمی مرتد ہو چکے جنہوں نے دینِ اسلام کو ترک کر دیا۔ پس کیا اس درجہ کی ضلالت تک ابھی خدا خوش نہ ہوا اور اس کے دل کو سیری نہ ہوئی جب تک اس نے خود اسی اُمّت میں سے صدی کے سر پر ایک دجال بھیج نہ دیا۔ خوب اُمّت مرحومہ ہے جس کے حق میں یہ عنایات ہیں۔ اور پھر یہ کہ باوجودیکہ اس دجال کے مارنے کے لئے مومنوں کے سجدات میں ناک گھس گئے۔ لاکھوں دعائیں اور تدبیریں اس کی ہلاکت اور تباہی کے لئے کی گئیں مگر خدا نہیں سُنتا، مُنہ پھیر لیتا ہے۔ بلکہ برعکس اس کے یہ دجال برابر تیس[۳۰] برس سے

ترقی کر رہا ہے اور دنیا میں آسمان کے نور کی طرح پھیلتا جاتا ہے۔ اِس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ اُمّت نہایت ہی بدقسمت ہے اور خدا کا پختہ ارادہ ہے کہ اس کو ہلاک کر دے۔ یہ کیسی مورد غضب الٰہی ہے کہ ایک تو دجال کے قبضہ میں دی گئی اور اب تک سچے مسیح اور مہدی کا نہ آسمان پر کچھ پتہ ملتا ہے نہ زمین پر۔ ہزار چیخیں بھی مارو وہ دونو گم شدہ جواب بھی نہیں دیتے کہ زندہ ہیں یا مُردہ اور کدھر ہیں اور کہاں ہیں۔ نبیوں کے مقرر کردہ وقت بھی گزر گئے اور اُمّت کو عیسائی مذہب نے کھا لیا۔ مگر نہ خدا کو رحم آیا اور نہ مہدی اور مسیح کے دل نرم ہوئے۔" (نزول المسیح صفحہ ۴۳-۴۴)

اے بھائیو! آسمان اور زمین کے تغیّرات پر نگاہ کرو، اسلام کی حالت پر نظر کرو، اور پھر اکیلے ہو کر اور دل کر غور کرو کہ کیا یہ دجال کے آنے کا وقت تھا یا مسیح کے آنے کا؟ تو آپ کا دل بے ساختہ پکار اُٹھے گا کہ اگر کسی مسیح نے آنا ہے، کسی مہدی کا ظہور ضروری ہے تو اس کا یہی وقت ہے۔ پس زمانہ شاہد ہے کہ حضرت مرزا صاحب جھوٹے نبیوں والی پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ خوب فرمایا ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اَور کا وقت
مَیں نہ آتا تو کوئی اَور ہی آیا ہوتا

(۱۲) **قولہ** "اناجیل میں مسیح نے لکھا ہے کہ میرے بعد جھوٹے نبی اور جھوٹے مسیح آئیں گے۔" (ملخصاً عشرہ صفحہ ۱۰)

اقول۔ اس کے کئی جواب ہیں۔

اوّل۔ انجیل محرّف مبدّل ہے۔ وہ ہم پر حجّت نہیں ہو سکتی۔ ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو اس کو اس کے ماننے والوں پر بطور حجّت الزاماً پیش فرمایا کرتے تھے۔

دوم۔ اناجیل کی اپنی گواہی موجود ہے کہ وہ جھوٹے مسیح حضرت مسیح سے بعد قریب ہی ہو چکے ہیں۔ اس کے لئے عبارتِ ذیل ملاحظہ فرماویں:۔

"تم نے سُنا ہے کہ مخالف مسیح آنے والا ہے۔ اس کے موافق اب بھی بہت سے مخالف مسیح پیدا ہو گئے ہیں۔ اس سے ہم جانتے ہیں کہ یہ اخیر وقت ہے۔ وہ نکلے تو ہم ہی میں سے مگر ہم میں سے تھے نہیں۔" (۱۔یوحنا $\frac{2}{18-19}$)

"بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔"
(۱۔یوحنا $\frac{4}{1}$)

سوم۔ معترض کے ذکر کردہ حوالہ میں جو مرقس $\frac{13}{22}$ اور لوقا $\frac{17}{26-31}$ وغیرہ سے منقول ہے صاف لکھا ہے کہ سچے مسیح نے بھی آنا ہے اور اس کے آنے کی جو علامات لکھی تھیں وہ یعنی عذاب، لڑائیاں، سورج اور چاند کا گرہن سب پوری ہو کر حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت پر دلیل بن گئی ہیں۔ پس یہ حوالہ بھی ہمارے مخالف نہیں۔ ہاں اس جگہ اتنا یاد رکھنا چاہیئے کہ انجیل نویسوں کی سادہ لوحی سے یہ لکھا گیا ہے کہ عذاب پہلے آئیں گے اور مسیح بعد میں آئے گا۔ مگر یہ خیال از رُوئے عقل و نقل مردود ہے۔ عقلاً پہلے اتمامِ حجت یا اجرائے فرمان ہونا چاہیئے اور پھر مستحقینِ عذاب کو ہلاک کرنا چاہیئے۔ قرآن مجید فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ کہ ہم عذاب نہیں دیا کرتے جب تک رسول مبعوث نہ کرلیں۔" (بنی اسرائیل ع ۲) نیز فرمایا ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝ (انعام ع ۱۶) کہ ہم بستیوں کو ایسی حالت میں ہلاک کرنے والے نہیں کہ وہ غافل ہوں۔" گویا عذاب کے آنے سے پہلے نبی اور رسول کا آنا ضروری ہے اور یہ سچے نبی کی علامت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ علامت واضح طور پر پائی جاتی ہے۔ آپؑ کا دعویٰ عالمگیر ہے اور عالمگیر

عذاب طاعون، زلازل، قحط، وبائیں، انفلوئنزا، ہفت سالہ جنگ
اور دیگر تغیرات آپ کے دعوے کے بعد پورے زور سے نمودار
ہوئے تا انجیل و قرآن مجید کی شہادت کے مطابق آپ کی راستبازی
پر گواہ ہوں۔ سورج چاند کے گرہن کو انجیلی حوالہ میں مسیح کی آمدِ
ثانی کی دلیل بتایا گیا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے پر
۱۳۱۱ھ میں ظاہر ہو گیا۔ اس کی تفصیل فصل دوازدہم میں ملاحظہ ہو۔
اس جگہ اشارتاً یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت مسیحؑ کی اس آمد
سے ان کی جسمانی آمد مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خود حضرت مسیحؑ یہود کے
آسمانی نوشتوں کے الفاظ "ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا"
(ملاکی ۴/۵) کی تاویل میں فرما چکے ہیں کہ:۔

"ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی (حضرت یحییٰؑ) ہے۔ جس
کے کان سننے کے ہوں وہ سن لے" (متی ۱۱/۱۴)

لہذا اب آسمان پر جا کر خود دوبارہ اسی جسم سے آجائیں تو ان کا سابقہ
فیصلہ غلط اور یہود کا دعویٰ برحق ہوگا (نعوذ باللہ) پس آنے والا آچکا
مگر افسوس ان پر جو تاحال ٹکٹکی باندھے آسمان کی طرف دیکھ رہے
ہیں۔ کیا کبھی کوئی آسمان سے اترا ہے جو اب اترے گا؎

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمرِ دنیا سے بھی اب تو آگیا ہفتم ہزار

(۱۴) قولہ:۔ "مرزا صاحب کے اشعار ہیں؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال — لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے
(عشرہ ص۱۰)

اقول۔ معترض کا مطلب ان اشعار کے پیش کرنے سے یہ ہے کہ حضرت
مرزا صاحب نے نبوت کو بند مانا ہے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے **تشریعی نبوت** کو بند مانا ہے

جیسا کہ متعدد حوالجات درج ہو چکے ہیں۔ لیکن اس جگہ ان اشعار میں جہاں نبوت کے اختتام کا ذکر ہے وہاں پر ذاتِ نبوی پر ہر کمال کے ختم ہو جانے کا بھی ذکر ہے۔ شجاعت، عفت، حلم، بردباری، طہارت، راستبازی، ایفاء، رحم و کرم۔ غرض ہر کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم مانا گیا ہے جو معنے ان کمالات کے ختم ہونے کے ہیں وہی نبوت کے اختتام کے ہیں۔ یعنے ہر کمال بتمامہ حضور کی ذات میں پایا جاتا تھا اور ہر وصف اور خلق کا انتہائی درجہ آپ نے اس حد تک حاصل فرمایا ہے کہ اس سے زیادتی متصور نہیں ہو سکتی۔ یہ معنے ہرگز نہیں کہ آئندہ کے لئے ہر صفت کو اور ہر کمال کو آپ نے بند کر دیا ہے۔ اب نہ حلم ہے نہ رحم ہے، نہ شجاعت ہے۔ یاد رہے کہ یہی حال نبوت کے ختم ہونے کا ہے۔ نبوت کے مدارج میں سے سب سے بلند تر مرتبہ حضور نے حاصل کیا جس سے آگے بڑھنے کا کوئی امکان ہی نہیں۔ اس کے متعلق ہم تفصیلاً تو ختم نبوت کے ماتحت فصل دوازدہم میں بحث کریں گے انشاء اللہ۔ اس جگہ صرف ایک حوالہ درج کر دیتے ہیں جس سے "ہر نبوت را بروشد اختتام" کا مفہوم واضح ہو جائے۔

اہلحدیث کا نامہ نگار لکھتا ہے:۔

"شرک و بدعت یہاں کے لوگوں پر ختم ہے۔ گویا اس منحوس نام نے یہیں (تھاؤنی مراد) مسلمانوں میں نشو و نما پائی ہے۔" (اہلحدیث ۲۷ ستمبر ۱۹۱۲ء صہ ۲)

(۱۴) **قولہ:** "حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ "جو مسلمان کسی مدعیٔ نبوت سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ اس کے مطالبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں شک ہے۔ دیکھو خیرات الحسان مطبوعہ مصر صہ" (عشرہ صہ ۱۰)

اقول۔ قطع نظر اِس سوال کے کہ خود حضرت امام اعظمؒ اور دیگر بزرگانِ اسلام غیر تشریعی نبوّت کے قائل تھے۔ (جیسا کہ فصل دوازدہم میں مذکور ہے) ہم ایک لمحہ کے لئے ایسا غلط فتویٰ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ایسی عظیم ہستی سے منسوب کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ فتویٰ روایتاً اور درایتاً دونوں طرح اِس قابل نہیں کہ اِس کو حضرت امام اعظمؒ کا فتویٰ کہا جائے۔ بلحاظ درایت یہ نہ صرف بے دلیل ہے بلکہ اِس میں خلافِ عقل بات کہی گئی ہے۔ کیا معجزہ کا مطالبہ اِس مدعی کی صداقت کے متعلق رجحانِ خیال پر ہی مبنی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ بسا اوقات انسان محض دوسرے کو عاجز ثابت کرنے یا لوگوں پر اس کے کذب کے اظہار کے لئے معجزہ طلب کرتا ہے کیا ایسے شخص کو امام اعظمؒ جو فتویٰ تکفیر سے کوسوں دور تھے محض مطالبہ پر کافر قرار دیں گے؟ لا ولا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا تھا فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ (بقرہ ع ۳۵) کہ خدا سورج کو مشرق سے لاتا ہے اگر تو سچا ہے تو اس کو مغرب سے لے آ۔ کیا نعوذ باللہ حضرت ابراہیم کو وحدانیتِ الٰہی میں شبہ تھا؟ ہرگز نہیں معلوم ہوا مطالبۂ معجزہ شبہ کی بنا پر ہی نہیں ہوا کرتا۔

اہلِ سنّت والجماعت کے عقائد کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی اور نبراس میں اِس بات پر مفصل بحث کی گئی ہے کہ جو مدعی نبوت معجزہ دکھا سکے وہ نبی ہوگا۔ جھوٹے نبی کو اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز یہ شانِ امتیازی عطا نہیں فرماتا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے:۔

"اَجْمَعَ الْمُحَقِّقُوْنَ عَلٰی اَنَّ ظُهُوْرَ الْخَارِقِ عَنِ الْمُتَنَبِّیْ وَهُوَ الْكَاذِبُ فِیْ دَعْوَى النُّبُوَّةِ مُحَالٌ لِاَنَّ دَلَالَةَ الْمُعْجِزَةِ عَلَى الصِّدْقِ قَطْعِيَّةٌ"

(نبراس صفحہ ۴۳۱)

ترجمہ محققین کا اس بات پر اجماع ہے کہ کاذب مدعی نبوت سے
کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ معجزہ تو اس کے صدق پر
دلالت قطعیہ ہے "

بلحاظ روایت بھی یہ فتویٰ شائستہ اعتناء نہیں۔ لوگوں نے حضرت
امام اعظمؓ کی طرف فتاوے تو رہے ایک طرف کتابوں کی کتابیں لکھ کر ان سے
منسوب کر دی ہیں نیز بہت سے غلط عقائد ان کی طرف سے بیان کر دیئے
ہیں۔ چنانچہ مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے :۔

"جو لوگ امام صاحب کے سلسلۂ کمالات میں تصنیف و
تالیف کا وجود بھی ضروری سمجھتے ہیں وہ انہی مفصلہ بالا کتابوں
کو شہادت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ ان
تصنیفات کو امام صاحب (امام ابو حنیفہؒ) کی طرف منسوب
کرنا نہایت مشکل ہے .... امام رازی نے مناقب الشافعی
میں تصریح کی ہے کہ امام ابو حنیفہ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی"۔
(سیرۃ النعمان حصہ دوم ص۲)

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں :۔

"یہ فرقے جن بزرگوں کو اپنا بانی اور امام سمجھتے ہیں یعنی امام
ابو حنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد صحیح اسناد کے رو
سے ان کی کوئی تصنیف عقائد میں ثابت نہیں ہے"
(رسالہ اہلسنت والجماعت ص۳۲)

مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری نے لکھا ہے کہ :۔

"ہمارے پاس ناقابل تردید ثبوت اس امر کے موجود ہیں کہ
جو عقائد امام ابو الحسن اشعری کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں
وہ فی الحقیقت ان کے عقائد نہیں ہیں۔ بلکہ وہ بھی اُن کی
طرف اسی طرح غلط طور پر منسوب ہو گئے ہیں جس طرح بعض
دوسرے ائمہ کرام کی طرف بعض غلط مسائل"۔ (اخبار منادر ۱۹ ارچ ۱۹۲۸ء ص۱)

پس جو الفاظ معترض پٹیالوی نے محض مغالطہ کی خاطر حضرت امام اعظمؒ سے منسوب کیے ہیں وہ اُن کے نہیں ہیں لہٰذا ان پر مبنی اعتراض بھی باطل ہوگیا وھوالمطلوب۔

فقرہ سوم۔ ملائکہ کے وجود سے انکار

(۱۵) قولہ: "مرزا صاحب ملائکہ کے وجود فی الخارج کے منکر ہیں اور ان کو ستاروں کی ارواح مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ملائکہ زمین پر کبھی نہیں آتے۔" (عشرہ صـ۱۰۶)

اقول: معترض پٹیالوی نے اس بیان میں صریح مغالطہ دیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ ملائکہ کو مانتے ہیں اور انہیں معترض کے مفہوم کے مطابق ہرگز ہرگز ارواحِ کواکب نہیں مانتے۔ ہاں یہ بات بلاشبہ درست ہے کہ حضورؑ کے نزدیک ازروئے قرآن مجید و احادیث ان کے اصلی وجود کے ساتھ ان کا زمین پر نزول نہیں ہوتا۔ معترض نے چونکہ رسالہ توضیح مرام کے بعض حوالہ جات کو غلط طور پر ذکر کیا ہے اس لیے پہلے ہم اسی رسالہ کے اقتباسات درج کرتے ہیں۔ حضرتؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "قرآن شریف نے جس طرز سے ملائک کا حال بیان کیا ہے وہ نہایت سیدھی اور قریب قیاس راہ ہے اور بجز اس کے ماننے کے انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا۔"
(توضیح مرام صـ۲۷ طبع دوم)

(ب) "فرشتے اپنے اصلی مقامات سے جو اُن کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں ایک ذرہ کے برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے جیسا کہ خدا تعالیٰ اُن کی طرف سے قرآن مجید میں فرماتا

ہے وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ وَّاِنَّا لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ ۔ (سورہ صافات ع۵) ۔ پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی و روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے مطابق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے ۔ اسی طرح روحانیاتِ سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوسِ فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواحِ کواکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائکۃ اللہ کا ان کو لقب دیں درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے ۔ اور بحکمتِ کاملہ خداوند تعالےٰ زمین کی ہر ایک مستعد چیز کو اس کے کمالِ مطلوب تک پہنچانے کیلئے یہ روحانیات خدمت میں لگی ہوئی ہیں ۔ ظاہری خدمات بھی بجا لاتے ہیں اور باطنی بھی ۔" (توضیح المرام صلا ۳۲-۳)

(ج) "محققینِ اہلِ اسلام ہرگز اِس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں ۔ اور یہ خیال بداہت باطل بھی ہے ۔" (توضیح مرام صـ۲۹)

(د) "اِس میں کچھ شک نہیں کہ بوجہ مناسبتِ نوری وہ نفوسِ طیبہ ان روشن اور نورانی ستاروں سے تعلق رکھتے ہوں گے کہ جو آسمانوں میں پائے جاتے ہیں ۔ مگر اس تعلق کو ایسا نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جیسے زمین کا ہر ایک جاندار اپنے اندر جان رکھتا ہے ۔" (توضیح مرام صـ۲۷)

(ذ) "ملائک اِس معنے سے ملائک کہلاتے ہیں کہ وہ ملاک اجرام سماویہ اور ملاک اجسام الارض ہیں۔ یعنی ان کے قیام اور بقاء کے لئے روح کی طرح ہیں۔ اور نیز اس معنے سے بھی ملائک کہلاتے ہیں کہ وہ رسولوں کا کام دیتے ہیں"

(توضیح مرام حاشیہ ص۳۲)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ملائک کے استمراری ہیں اور ان کی ہستی کو اسی طرح پر مانتے ہیں جس طرح قرآن پاک میں مذکور ہے۔ ان کے روح کواکب ہونے کے صرف یہ معنے ہیں کہ وہ باذنہٖ تعالیٰ ان پر مدبّر ہیں۔ نیز آیاتِ قرآنی کی روشنی میں حضرت اقدس[۴] کا مذہب یہ ہے کہ فرشتوں کا زمین پر اپنے شخصی اور اصلی وجود کے ساتھ نزول نہیں ہوتا بلکہ تمثّلی طور پر ہوتا ہے۔ کیا یہ فرشتوں کے وجود سے انکار ہے جیسا کہ معترض نے عنوان قائم کیا ہے۔ اس قدر صاف عبارت کی موجودگی میں اتنی غلط بیانی شاید منشی محمد یعقوب کو ہی زیب دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اس باب میں بعض دیگر حوالجات حسب ذیل ہیں۔ فرمایا:۔

(۱) "فرشتوں پر ایمان لانے کا یہ راز ہے کہ بغیر اس کے توحید قائم نہیں رہ سکتی اور ہر ایک چیز کو اور ہر ایک تاثیر کو خدا تعالیٰ کے ارادہ سے باہر ماننا پڑتا ہے۔ اور فرشتہ کا مفہوم تو یہی ہے کہ فرشتے وہ چیزیں ہیں جو خدا کے حکم سے کام کر رہی ہیں۔ پس جبکہ یہ قانون ضروری اور مسلّم ہے تو پھر جبرائیل اور میکائیل سے کیوں انکار کیا جائے؟"

(چشمہ معرفت ص۱۸۳ حاشیہ)

(۲) "وَاَعْتَقِدُ اَنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً مُقَرَّبِيْنَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مَقَامٌ مَعْلُوْمٌ لَا يَنْزِلُ اَحَدٌ مِنْ مَقَامِهٖ

وَلَا يَرْقَىٰ وَ نُزُوْلُهُمُ الَّذِيْ قَدْ جَاءَ فِي الْقُرْاٰنِ لَيْسَ كَنُزُوْلِ الْاِنْسَانِ مِنَ الْاَعْلٰى اِلَى الْاَسْفَلِ وَلَا صُعُوْدُهُمْ كَصُعُوْدِ النَّاسِ مِنَ الْاَسْفَلِ اِلَى الْاَعْلٰى لِاَنَّ فِيْ نُزُوْلِ الْاِنْسَانِ تَحَوُّلًا مِنَ الْمَكَانِ وَرَائِحَةً مِنْ شِقِّ الْاَنْفُسِ وَاللُّغُوْبِ وَلَا يَمَسُّهُمْ لَغَبٌ وَلَا شِقٌّ وَلَا يَتَطَرَّقُ اِلَيْهِمْ تَغَيُّرٌ فَلَا تَقِيْسُوْا نُزُوْلَهُمْ وَ صُعُوْدَهُمْ بِاَشْيَاءَ اُخْرٰى بَلْ نُزُوْلُهُمْ وَ صُعُوْدُهُمْ بِصِبْغِ نُزُوْلِ اللّٰهِ وَ صُعُوْدِهٖ مِنَ الْعَرْشِ اِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا۔"

ترجمہ۔ میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا مقام معلوم ہے جس سے ترقی و تنزّل نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید میں ان کے جس نزول کا ذکر ہے وہ انسان کے نزول و صعود کی طرح نہیں کہ اُوپر سے نیچے یا نیچے سے اُوپر کی طرف ہو۔ کیونکہ انسان کے نزول میں انتقالِ مکانی نیز تکان وغیرہ ہوتی ہے لیکن فرشتوں کو تعب و مشقت نہیں نیز اُن پر کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ پس تم ان کے نزول اور صعود کو دوسری چیزوں پر قیاس مت کرو۔ ہاں ان کا نزول اور صعود اسی رنگ پر ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ عرش سے سماء الدنیا پر نزول[1] فرماتا ہے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۰۲)

(۳) حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اصل بات یہ ہے کہ یہ عاجز ملائک اور جبریل کے

---

[1] حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصہ میں دنیا کے قریب والے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ کون استغفار کرتا ہے کہ میں اس کو بخشوں۔ (ابوالعطاء)

وجود کو اسی طرح مانتا ہے جس طرح قرآن اور حدیث میں وارد ہے اور جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رُو سے ملائک کے اجرام سماوی سے خادمانہ تعلقات پائے جاتے ہیں یا جو جو کام خاص طور پر انہیں سپرد ہو رہا ہے اسی کی تشریح رسالہ توضیح مرام میں ہے ؎

چو بشنوی سخنِ اہلِ دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است "

(ازالہ اوہام ص۱۷۳ طبع سوم)

ہر سہ حوالجات اپنے بیان میں نہایت واضح ہیں۔ ہم زیادہ حوالجات درج کرتے مگر اس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ معترض پٹیالوی خود تسلیم کرتا ہے کہ:۔

" مرزا صاحب یوں بھی رقمطراز ہیں کہ ؎

از ملائکؑ از خبرہائے معاد	آنچہ گفت آں مرسلِ ربِ العباد
آں ہمہ از حضرتِ احدیت است	منکرِ آں مستحقِ لعنت است

(عشرہ ص۱۱)

اس اقرار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے معترض نے اپنے اعتراض کو خود باطل کر دیا ہے۔

ملائکہ اور تاثیراتِ کواکب

ہم مندرجہ بالا سطور میں ملائکہ کے ارواح کواکب ہونے کا مفہوم واضح کر چکے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو کواکب پر مدبر و منتظم قرار دیا ہے۔ ملائکہ کی تاثیرات کو سب مذاہب مانتے ہیں لیکن وہ تاثیر بالذات نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم سے ہوتی ہے حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یَحْسَبُوْنَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُؤَثِّرَاتٍ بِذَاتِہَا وَلَا مُؤَثِّرَ اِلَّا ھُوَ۔

کہ لوگ سورج، چاند اور ستاروں کو مؤثر بالذات خیال کرتے ہیں مگر یہ غلط ہے۔ درحقیقت سوائے ذاتِ باری کے کوئی مؤثر نہیں۔"

(توضیح مرام ص۳۲)

ارواح الکواکب کے اعتراض پر ایک دوسری جگہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ تحریر معترض کے تمام "پیچیدہ اور ژولیدہ بیان" کے لئے کلیدِ اعظم کا حکم رکھتی ہے وہ عبارت یہ ہے :-

" ومن اعتراضاتھم انھم قالوا ان ھٰذا الرجل یحسب الملائکۃ ارواح الشمس والقمر والنجوم اما الجواب فاعلم انھم قد اخطئوا فی ھٰذا واللہ یعلم انی لا اجعل ارواح النجوم ملائکۃ بل اعلم من ربی ان الملائکۃ مدبرات للشمس والقمر والنجوم وکل ما فی السماء والارض وقد قال اللہ تعالیٰ وَاِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ وقال وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا ومثل تلک الاٰیات کثیرۃ فی القراٰن فطوبیٰ للمتدبرین " (حمامۃ البشریٰ ص۳)

ترجمہ۔ مخالفین کے اعتراضات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ شخص سورج، چاند اور ستاروں کی ارواح کو ملائکہ قرار دیتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس میں سخت غلطی کی ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ میں ارواح النجوم کو ملائکہ نہیں ٹھہراتا بلکہ مجھے اللہ نے بتلایا ہے کہ ملائکہ سورج، چاند، ستاروں اور زمین کے ذرہ ذرہ پر مدبر ہیں جیسا کہ وہ قرآن پاک میں فرما چکا کہ ہر نفس پر نگران ہے۔ نیز فرمایا کہ قسم ہے تدبیر کرنے والی جماعتوں کی وغیرہ وغیرہ۔ مبارک وہ جو غور کریں۔"

ایک تیسری جگہ حضرتؑ نے تحریر فرمایا ہے :-

" یہ ستارے فقط زینت کے لئے نہیں ہیں جیسا کہ عوام خیال کرتے ہیں بلکہ ان میں تاثیرات ہیں جیسا کہ آیت وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا

بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا سے یعنی حِفْظًا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔
یعنی نظامِ دنیا کی محافظت میں ان ستاروں کو دخل ہے۔ اسی قسم کا
دخل جیسا کہ انسانی صحت میں دوا اور غذا کو ہوتا ہے۔ جس کو الوہیت کے
اقتدار میں کچھ دخل نہیں بلکہ جبروتِ ایزدی کے آگے یہ تمام چیزیں
بطور مُردہ ہیں۔ یہ چیزیں بجز اذنِ الٰہی کچھ نہیں کر سکتیں۔ ان
کی تاثیرات خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ پس واقعی اور صحیح امر یہی ہے
کہ ستاروں میں تاثیرات ہیں جن کا زمین پر اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا اُس
انسان سے زیادہ تر کوئی دنیا میں جاہل نہیں کہ جو بنفشہ اور نیلوفر اور تربد
اور سقمونیا اور خیار شنبر کی تاثیرات کا تو قائل ہے مگر ان ستاروں کی
تاثیرات کا منکر ہے جو قدرت کے ہاتھ کے اوّل درجہ پر تجلّی گاہ اور
مظہر العجائب ہیں۔ جن کی نسبت خود خدا تعالیٰ نے حِفْظًا کا لفظ استعمال
کیا ہے۔ یہ لوگ جو سراپا جہالت میں غرق ہیں اس علمی سلسلہ کو شرک میں
داخل کرتے ہیں۔ نہیں جانتے جو دنیا میں خدا تعالےٰ کا قانونِ قدرت یہی
ہے جو کوئی چیز اس نے لغو اور بے فائدہ اور بے تاثیر پیدا نہیں کی جبکہ
وہ فرماتا ہے کہ ہر ایک چیز انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تو اب بتلاؤ
کہ سماء الدنیا کو لاکھوں ستاروں سے پُر کر دینا انسان کو اس سے
کیا فائدہ ہے؟" (تحفہ گولڑویہ صلا حاشیہ طبع اوّل)

ناظرین کرام! سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا اقتباسات
سے صاف ظاہر ہے کہ حضورؑ نے فرشتوں کا وجود تسلیم کیا ہے اور اسی صورت میں
تسلیم کیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ ان کو ستاروں کی ارواح نہیں بلکہ ان پر
اور کائنات کے ہر ذرہ پر باذنِ الٰہی مدبر مانا ہے۔ فرشتے دنیا میں نازل ہوتے ہیں مگر
اپنے تمثلی وجود کے ساتھ نہ کہ حقیقی وجود کے ساتھ۔

چنانچہ نزولِ وحی کی صورتوں میں سے فرشتوں کے ذریعہ وحی کے ذکر میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے :-

"یَأْتِی الْمَلَکُ اَحْیَانًا فِیْ مِثْلِ صَلْصَلَۃِ الْجَرَسِ فَیُفْصَمُ عَنِّیْ وَقَدْ وَعَیْتُ مَا قَالَ وَھُوَ اَشَدُّہٗ عَلَیَّ وَیَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَکُ اَحْیَانًا رَجُلًا فَیُکَلِّمُنِیْ فَاَعِیْ مَا یَقُوْلُ۔

(بخاری باب ذکر الملائکۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

کہ فرشتہ کا آنا کبھی تو گھنٹی کی آواز کے تمثل سے ہوتا ہے۔ جب یہ حالت جاتی رہتی ہے تو میں اس کے قول کو محفوظ کر لیتا ہوں اور یہ صورت مجھ پر سخت ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ وہ انسان کے تمثل میں آتا ہے۔ میں اس کی بات کو ساتھ ساتھ یاد کر لیتا ہوں۔"

گویا ہر صورت فرشتہ کا نزول دربارہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمثیلی ہی مانا ہے اور یہی مذہب تمام محققین کا ہے اور اسی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس نے شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی کی کتاب مدارج النبوت سے جبرائیل کے تمثلی نزول کو نقل کر کے تحریر فرمایا ہے :-

"خدا تعالیٰ الشیخ بزرگ عبد الحق محدث کو جزاء خیر دیوے کیونکہ انہوں نے بصدق دل قبول کر لیا کہ جبرائیل علیہ السلام بذات خود نازل نہیں ہوتا بلکہ ایک تمثلی وجود انبیاء علیہم السلام کو دکھائی دیتا ہے اور جبرائیل اپنے مقام آسمان میں ثابت اور برقرار ہے۔ یہ وہی عقیدہ اس عاجز کا ہے جس پر حال کے کوربا طن نام کے علماء کفر کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ افسوس کہ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ اس بات پر تمام مفسرین نے اور نیز صحابہ نے بھی اتفاق کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اپنے حقیقی وجود کے ساتھ صرف دو مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی دیا ہے۔ اور ایک بچہ بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ اپنے اصلی اور حقیقی وجود کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو خود یہ غیر ممکن تھا کیونکہ ان کا حقیقی

وجود تو مشرق مغرب میں پھیلا ہوا ہے اور اُن کے بازو آسمانوں کے کناروں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر وہ مکّہ یا مدینہ میں کیونکر سما سکتے تھے؟

(دافع الوساوس صـ۱۲۲)

الغرض مؤلّف عشرہ نے اس فقرہ میں بھی جس بات کو حضرتؑ سے منسوب کیا ہے وہ غلط ہے۔ حضرتؑ کا مذہب یہی ہے کہ ملائکہ موجود ہیں، ان کے روحانی وجود ہیں، کبھی کبھی بطور تمثّل وہ دنیا میں بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ وہ ستاروں وغیرہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت مدبّر ہیں۔ ھذا ھو الحق الذی فیہ یمترون۔

اہلسنّت والجماعت کے نزدیک ملائک اور تاثیرِ نجوم

ملائکہ کے متعلق محققین اہلسنّت کا یہی مذہب ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ والنازعات کی آیت وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا کے متعلق تمام مفسّرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ کمالین میں لکھا ہے:-

"لَمْ يَخْتَلِفِ السَّلَفُ فِيْ هٰذَا الْاَخِيْرِ (یعنی وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا) اَنَّ الْمُرَادَ بِهَا الْمَلَائِكَةُ۔" (حاشیہ جلالین مجتبائی صـ۴۸۲)

گویا یہ تسلیم کر لیا کہ ملائکہ مدبّرات ہیں۔ ہاں جس طرح حضرتؑ نے وضاحت فرمائی ہے کہ ان کا مدبّر ہونا بحکمِ الٰہی ہے اس حاشیہ پر بھی لکھا ہے:-

"اِنَّ اِسْنَادَ التَّدْبِيْرِ اِلَى الْمَلَائِكَةِ مَجَازٌ وَالْمُدَبِّرُ حَقِيْقَةً هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهُمْ اَسْبَابٌ عَادِيَةٌ مَظْهَرٌ لِلتَّدْبِيْرِ۔" (حوالہ مذکور)

یعنی فرشتوں کا مدبّر ہونا مجازاً ہے کیونکہ حقیقی مدبّر تو محض اللہ تعالیٰ ہے، فرشتے تو تدبیر کا مظہر اور اسباب ہیں۔"

تمام تفاسیر اسی مضمون پر متفق ہیں۔ اہلسنّت والجماعت کی مشہور کتاب نبراس میں بھی لکھا ہے:-

---

[۱] بخاری میں ہے اَنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ جبرائیل کے چھ سو پر ہیں۔ (بخاری ذکر الملائکہ جلد ۲ صـ۱۳۲)

(الف) اَمَّا الْقَوْلُ بِاَنَّ الْکَوَاکِبَ اَسْبَابٌ وَعَلَامَاتٌ بِتَسْخِیْرِ الْوَاجِبِ تَعَالٰی فَلَا کُفْرَ بَلْ قَدِ اعْتَرَفَ بِہِ الْمُحَقِّقُوْنَ کَالْاِمَامِ الْغَزَالِیْ وَصَاحِبِ الْفُتُوْحَاتِ۔

یعنی یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی تسخیر کے ماتحت ستارے اسباب وعلامات ہیں ہرگز کفر نہیں بلکہ یہ وہ بات ہے جس کا محققین نے اعتراف کیا ہے جن میں امام غزالی اور فتوحات کے مصنف بھی ہیں۔" (نبراس مطبوعہ میرٹھ صـ۱۹۲)

(ب) "قَدْ صَرَّحَ الشَّیْخُ الْاَکْبَرُ فِی الْفُتُوْحَاتِ فِیْ مَوَاضِعَ کَثِیْرَۃٍ بِاَنَّ حَرَکَاتِ الْاَفْلَاکِ وَالْکَوَاکِبِ وَاَوْضَاعَھَا مُؤَثِّرَاتٌ اَوْ عَلَامَاتٌ بِاِذْنِ الْحَقِّ سُبْحَانَہٗ فِی الْعَنَاصِرِ وَقَالَ لَوْ عَرَفَ الْجُھَّالُ الْمُنْکِرُوْنَ لِھٰذَا الْعِلْمِ قَوْلَہٗ تَعَالٰی وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ لَمَا قَالُوْا شَیْئًا مِمَّا قَالُوْہُ الخ"

ترجمہ۔ فتوحاتِ مکیہ کے متعدد مقامات پر شیخ اکبر محی الدین ابن العربی نے تصریح فرمائی ہے کہ آسمانوں اور ستاروں کی حرکات اور ان کی وضع کی ضرور تاثیر ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے یہ عناصر میں مؤثر ہیں۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر اس علم کے جاہل[1] منکروں کو اللہ تعالیٰ کے قول والنجوم مسخّراتٌ بامرہ کا علم ہوتا تو وہ ایسے اعتراض نہ کرتے۔" (حاشیہ نبراس صـ۲۸)

ناظرین کرام! ان بیانات سے ظاہر ہے کہ محقق مسلمان ستاروں کی بحکم الٰہی تاثیر کے قائل ہیں اور فرشتوں کو باذنِ الٰہی مدبّر مانتے ہیں۔ ﷲ غور فرماویں کہ کیا یہ وہی بات نہیں جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر کیا اور معترض پٹیالوی اس پر اعتراض کر رہا ہے؟ اتقوا اللہ! اتقوا اللہ!!

افسوسناک دھوکا

اگرچہ صداقت کے دشمن ہمیشہ ہی غلط بیانی، دروغ بافی اور مغالطہ دہی سے کام لیتے رہے ہیں۔ فرمایا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا

[1] مؤلف عشرہ غور سے پڑھیں۔ (ابوالعطاء)

نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ لیکن معترض پٹیالوی کے جس دھوکا کا ہم اس جگہ ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ نہایت ہی شرمناک ہے۔ پہلے یہود نے تحریف سے کام لیا اور رده راندهٔ درگاہ ہوگئے۔ آسمانی نوشتوں کے ماتحت مقدر تھا کہ اُمتِ مرحومہ کے بعض افراد بھی اپنی بدعملی کی وجہ سے اس لعنت سے حصہ لیں گے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس سے ڈرایا تھا لیکن آہ! یہ قوم اس مرض میں مبتلا ہو ہی گئی۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رقمطراز ہیں:۔

(الف) "بالجملہ اگر نمونۂ یہود خواہی کہ بینی علماء سُوء کہ طالبِ دنیا باشند الخ"

(الفوز الکبیر ص۱)

(ب) "بحکم حدیث صحیح لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ ازیں آفات ہیچ چیز نیست، مگر امروز قومے مرتکب آنند و معتقد مثلِ آں" (الفوز الکبیر ص۲)

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے تجربہ کی بناء پر خاص اہلحدیث علماء کے متعلق لکھا ہے:۔

"قرآن مجید میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ افسوس ہے کہ آج ہم اہلحدیثوں میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے۔" (اہلحدیث ۱۹ اپریل ۱۹۱۲ء ص۹)

یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے مصلح اعظم نے ان لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا ؎

چوں شما را شد یہود اندر کتاب پاک نام
پس خدا عیسیٰ مرا کر داست از بہر یہود

منشی محمد یعقوب صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک سراسر غلط الزام بایں الفاظ لگایا ہے:۔

"مرزا صاحب آنجہانی نے اپنی نام نہاد تحقیقات کے ڈھکوسلوں کے سامنے تعلیم قرآن شریف اور تعلیم دین کو کیسا عاجز خیال کیا ہے کہ بلا شرط ہتھیار ڈال کر دینی کامیابی سے ہی منکر ہو گئے۔" (عشرہ حاشیہ ص۱)

پھر اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں لکھتا ہے:۔

"مرزا صاحب دینی تعلیم کی کامیابی سے ان لفظوں میں انکار بھی فرما چکے

ہیں کہ "مگر اس فلسفی الطبع زمانہ میں جو عقلی شائستگی اور ذہن کی تیزی اپنے ساتھ رکھتا ہے دینی کامیابی کی اُمید رکھنا ایک بڑی بھاری غلطی ہے" ازالہ ۳۷ (عشرہ ۱۰۱)

ناظرین کرام! ان جلی قلم الفاظ کو پیش کر کے معترض پٹیالوی نے مخلوقِ خدا کو خطرناک دھوکا دینا چاہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت کا اقتباس پیش کرنے میں اس نے تحریف کے لحاظ سے یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اور دینی کامیابی سے انکار؟ یہ بات سراسر ناممکن ہے۔ حضورؑ ہی نے تو اس یاس انگیز زمانہ میں قوتِ بالا سے بھرپور ہو کر فرمایا ہے ؎

اِک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

(درثمین اُردو)

پھر طریق کامیابی کے متعلق فرمایا:-

از رہِ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز مے آید اگر آید ازیں رہ بالیقیں

(درثمین فارسی)

پس یہ کیسے ممکن تھا کہ حضورؑ جو دینی کامیابی کا مجسّم یقین تھے اس کامیابی کی امید کو بھی "بھاری غلطی" قرار دیں؟ درحقیقت بات یہ ہے کہ پٹیالوی صاحب نے ازالہ اوہام کی منقولہ عبارت میں تین خیانتوں سے کام لیا ہے۔ اوّل صفحہ کا حوالہ غلط دیا ہے یعنی بجائے ص۲۶ کے ص۳۷ لکھا ہے۔ دوم عبارت میں سے الفاظ "ایسے عقیدوں کے ساتھ" عمداً حذف کر دیئے ہیں۔ سوم سیاقِ عبارت کے خلاف مفہوم کا استدلال کیا ہے۔ میں منصف مزاج ناظرین کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصل الفاظ درج کرتا ہوں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ عقیدہ کہ مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر چلا گیا تھا قرآن شریف اور احادیث صحیحہ

سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ صرف بیہودہ اور بے اصل اور متناقض روایات
پر اس کی بنیاد معلوم ہوتی ہے مگر اس فلسفی الطبع زمانہ میں جو عقلی شائستگی اور
ذہنی تیزی اپنے ساتھ رکھتا ہے ایسے عقیدوں کے ساتھ دینی کامیابی
کی امید رکھنا ایک بڑی بھاری غلطی ہے الخ" (ازالہ اوہام طبع اول ص۲۶۸
طبع سوم ص۱۱۱)

معزز قارئین! خدارا بتلائیں کہ کیا یہ حوالہ قرآنی تعلیم اور دینی کامیابی کے متعلق ہے یا صرف
حیاتِ مسیح بجسدہ العنصری کے خلافِ عقل ہونے کی تصریح پر دال ہے؟ معترض پٹیالوی نے
ایسا شرمناک دھوکہ دیکر آسمانی لعنت کو خریدا ہے۔ بہتر ہے کہ وہ اب بھی توبہ کرلے۔
ہم بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں اور واقعات اس کے شاہد ہیں کہ عیسائیت کے ہمہ گیر جال
سے بچاؤ کا حربہ قرآنی تعلیم کے ماتحت محض وفاتِ مسیح کا عقیدہ ہے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جو کفارہ
کے زہریلے مادہ کا تریاق اور الوہیتِ مسیحؑ کے مسموم پروپیگنڈا کا واحد علاج ہے۔ بخدا آج
اسلام کی زندگی، عیسائیت پر غلبہ، محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری مسیح ناصریؑ کی موت پر
منحصر ہے۔ حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ رکھ کر تم ہرگز نصاریٰ پر غالب نہیں آسکتے۔ قرآن مجید اس کے
مخالف ہے، احادیث اس کے خلاف ہیں۔ افسوس تم پر جو حضرت خیر البشرؐ کے نام لیوا ہو کر
عیسائیوں کے ہمنوا بن رہے ہو۔ نِعمَ ما قال المسیح الموعودؑ ؎

ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را
مسیح ناصریؑ را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفونِ یثرب را نداد ند ایں فضیلت را

فقرہ چہارم "قرآن و حدیث پر مرزا صاحب کا ایمان"

اس فقرہ میں معترض پٹیالوی نے چند نہایت بھونڈے اعتراض کئے ہیں۔ ہم ان کا ذکر
کرنے سے پہلے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں حضورؑ کا اس بارہ میں
اعتقاد درج کرتے ہیں۔ حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے:۔

(الف) "تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اُٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو، ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اَور چیز کو اس قدر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے الخ" (کشتی نوح صفحہ ۲۴)

(ب) "تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوعِ انسان کے لیئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن - اور تمام آدمزادوں کے لیئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اَور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اَور کتاب

ہے۔ اور کسی کے لیئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیئے زندہ ہے۔" (کشتی نوح ص۱۳)

(ج) "وَنَعْتَقِدُ اَنَّ كُلَّ اٰيَةِ الْقُرْاٰنِ بَحْرٌ مَوَّاجٌ مَمْلُوْءٌ مِنْ دَقَائِقِ الْهُدٰى وَبَاطِلٌ مَا يُعَارِضُهٗ وَيُخَالِفُ بَيَانَهٗ مِنْ قِصَصٍ وَعُلُوْمِ الدُّنْيَا وَالْعُقْبٰى۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۸)

ترجمہ۔ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی ہر آیت ہدایت کی باریکیوں سے پُر موجیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ دنیا کے قصص یا علوم جو اس عالم یا آخرت کے متعلق ہیں اور قرآن پاک کے معارض اور مخالف ہیں وہ سب باطل اور غلط ہیں۔"

(د) "جاننا چاہیئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہلِ زبان پر روشن ہو سکتا ہے جس کو پیش کرکے ہم ہر ایک ملک کے آدمی کو خواہ وہ ہندی ہو یا پارسی یا یوروپین یا امریکن یا کسی اور ملک کا ہو ملزم و ساکت و لاجواب کر سکتے ہیں۔ وہ غیر محدود معارف و حقائق و علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لیئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں اگر قرآن شریف اپنے حقائق و دقائق کے لحاظ سے ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامہ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ فقط بلاغت و فصاحت ایسا امر نہیں ہے جس کی اعجازی کیفیت ہر ایک خواندہ ناخواندہ کو معلوم ہو جائے کھلا کھلا اعجاز اس کا تو یہی ہے کہ وہ غیر محدود معارف و دقائق اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو شخص قرآن شریف کے اس اعجاز کو نہیں مانتا وہ علم قرآن سے سخت بے نصیب ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِذٰلِكَ الْاِعْجَازِ فَوَاللّٰهِ مَا قَدَرَ الْقُرْاٰنَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَمَا عَرَفَ اللّٰهَ حَقَّ مَعْرِفَتِهٖ وَمَا وَقَّرَ الرَّسُوْلَ حَقَّ تَوْقِيْرِهٖ۔ اے بندگانِ خدا! یقیناً یاد رکھو کہ

قرآن شریف میں غیر محدود معارف و حقائق کا اعجاز ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے اور ہر ایک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعویٰ کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے۔" (ازالہ اوہام ص۱۲۱-۱۲۰ طبع پنجم)

(ذ) "بہرحال احادیث کی قدر کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔ اور جب تک قرآن اور سنّت اُن کی تکذیب نہ کرے تم بھی ان کی تکذیب نہ کرو بلکہ چاہیئے کہ احادیثِ نبویہ ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترکِ فعل، مگر اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو۔ لیکن اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہے تو اس کی تطبیق کے لئے فکر کرو شاید وہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو۔ اور اگر کسی طرح وہ تعارض دُور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پھینک دو[1] کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں ہے۔ اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہے مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کر لو کیونکہ قرآن اس کا مصدق ہے۔" (کشتی نوح ص۶۵)

یہ پانچ اقتباسات صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن مجید پر کیسا ایمان رکھتے تھے اور کس طرح اس کے بحرِ بے پایاں ہونے کے مدعی تھے اور دنیا کی نجات اور تمام صداقتوں کے قیام کا انحصار اس سے مختص بتاتے تھے۔ نیز حدیث رسول اللہ کا آپؑ کے نزدیک کیا مرتبہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول قرآن پاک

---

[1] چنانچہ حضرتؑ نے اپنے الہام کی رُو سے بھی اسی بناء پر بعض جعلی احادیث کو غلط ٹھہرایا ہے جن کے متعلق معترض نے بھی اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ وہ حدیث نبوی ہی نہیں۔ (ابوالعطاء)

کے مطابق ہے اسلئے جو حدیث مخالفِ قرآن ہو سمجھو وہ آپؐ کا فرمان نہیں۔ آنحضرتؐ کے ارشاد کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ مصنفِ عشرہ نے بھی اِن الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

اقتدا ئے قولِ او در جانِ ماست　　　ہر چہ زو ثابت شود ایمانِ ماست

(درثمین فارسی)

ناظرین کرام! ہمارے اِس مختصر بیان سے آپ بخوبی سمجھ چکے ہیں کہ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بعثت کی غرض یہی ہے کہ تا قرآن مجید کی عزّت قائم ہو، اس کی عظمت کا سکہ دنیا میں جاری رہے۔ مگر افسوس کہ معترض پٹیالوی اِس ضمن میں بھی غلط بیانی سے باز نہیں آیا۔ اب ہم ذیل میں اس کی باتوں کا جواب لکھتے ہیں۔

(۱) **قولہ** ۔ "مرزا صاحب ازالہ اوہام ص۷۰۶[1] میں ایک مجہول الاحوال شخص کی زبانی کسی مجذوب کا ۳۰-۳۱ سال پیشتر کا کشف بیان کر کے لکھتے ہیں کہ میں قرآن کی غلطیاں نکالنے کے لئے آیا ہوں جو تفسیروں کی وجہ سے واقعہ ہو گئی ہیں۔ پھر آگے چل کر اسی ازالہ اوہام ص۷۲۶ میں لکھتے ہیں کہ "قرآن زمین سے اُٹھ گیا تھا میں قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں" قرآن شریف کا زمین سے اُٹھ جانا اور اس میں غلطیوں کا ہونا نصِ قرآنی إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ کے قطعی برخلاف ہے۔" (عشرہ ص۱۱)

اقول ۔ (الف) یہ کشف بزرگ گلاب شاہ مجذوب کا ہے جو ضلع لدھیانہ میں نہایت متقی، پارسا اور ولی اللہ مشہور تھے۔ انہوں نے اپنے ایک دوست میاں کریم بخش صاحب صالح موحد سے اس کا ذکر کیا اور علامات بتا کر فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور اب قادیان میں عیسیٰ جوان ہو گیا ہے۔ وہ جب دعویٰ کرے گا تو مولوی اس کے مخالف ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ میاں کریم بخش کو "مجہول الاحوال" کہنا بدترین

[1] اِس کشف کا ذکر بڑے اور چھوٹے سائز کی کتاب پر ص۷۰۶ و ص۴۰۷ سے علی الترتیب شروع ہوتا ہے۔ عشرہ کا حوالہ غلط ہے۔ ایسا ہی ص۷۲۶ کا حوالہ بھی غلط ہے۔ (ابو العطاء)

بد دیانتی ہے۔ اس کے گاؤں (جمال پور) کے پچاس سے زائد معززین کی جن میں ہندو اور دوسرے مسلمان شامل ہیں۔ گواہیاں شائع شدہ ہیں کہ وہ ایک نہایت راستباز، پاک طینت اور پکا نمازی ہے۔ ہاں اُس صاحب کشف بزرگ کا فقرہ جسے معترض نے اندرونی بغض کے ماتحت حضرت کا فقرہ ظاہر کیا ہے یہ ہے :۔

"عیسیٰ اب جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالیگا اور قرآن کی رُو سے فیصلہ کرے گا اور کہا کہ مولوی اس سے انکار کرینگے۔ پھر کہا کہ مولوی انکار کر جائیں گے۔ تب مَیں نے تعجب کی راہ سے پوچھا کہ کیا قرآن میں بھی غلطیاں ہیں، قرآن تو اللہ کا کلام ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ تفسیروں پر تفسیریں ہو گئیں الخ" (ازالہ اوہام ص۲)

گویا نہ اُس بزرگ نے فرمایا اور نہ حضرت کو دعویٰ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی غلطی ہے اور اس کو دُور کرنے کے لیے حضرت آئے ہیں بلکہ تفسیروں کی غلطیاں مراد ہیں۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ موجودہ وقت میں قرآنِ پاک کی تفاسیر کے ذریعہ قرآن مجید پر بہت بڑا ظلم کیا گیا ہے اور اس کی تعلیمات کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیثیت از رُوئے احادیث حَکَمْ عدل ہے۔ ان کا ہی کام تھا کہ ان تفسیری اغلاط کا ازالہ فرماویں۔ ایسے دعویٰ میں کیا جرم ہے۔ اور اس کام کے کرنے میں جو مسیح موعود کا فرضِ منصبی ہے کیا الزام ہے؟ تدبّروتفکّر!

اسی بنا پر مَیں کہتا ہوں کہ حضرت اقدس کا قرآن مجید کے وہ معانی بیان فرمانا جو علماءِ وقت کے خیال کے خلاف ہیں قابلِ تعجب نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں درج کر چکے ہیں یہ پہلے سے مقدر تھا کہ علماءِ وقت مہدی معہود اور مسیح الزمان کے متعلق کہیں گے کہ اس نے ہمارے دین کو بگاڑ دیا ہے۔ اب اگر آنے والا موعود اِن کہلانے والے مولویوں کا سراپا نقشِ ثانی ہوتا تو بھلا وہ کب ایسا کہتے؟ پس معترض کا یہ اعتراض کہ مرزا صاحب علماء سُوء کے مخالف معنے کرتے ہیں درست ہے اور ایسا ہونا ضروری تھا۔ مسیح موعود کا انہی تفسیری اغلاط کو دُور کرنے کے لیے آنا

مقرر تھا حضورؑ نے خود تحریر فرمایا ہے:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس زمانہ کی اصلاح کے لیے بھیجا ہے تا وہ غلطیاں جو بجز خدا تعالیٰ کی خاص تائید کے نکل نہیں سکتی تھیں وہ مسلمانوں کے خیالات سے نکالی جائیں اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے۔" (برکات الدعا صـ۱۹)

(ب) یہ درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید زمین پر سے اُٹھ گیا تھا اور میں اُسے لایا ہوں لیکن اس میں اعتراض کی کیا بات ہے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر نہیں فرما دیا تھا کہ:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَىٰ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهٗ وَلَا مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهٗ۔ الحدیث (مشکوٰۃ کتاب العلم)

کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب اسلام کا فقط نام باقی رہ جائے گا، اور قرآن مجید اُٹھ جائے گا، اس کے صرف الفاظ رہ جائیں گے۔"

پھر دوسری روایت میں ہے:۔

لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔

(بخاری کتاب التفسیر)

یعنی ایک فارسی الاصل انسان ایسا ہوگا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی جا چکا ہوگا تو وہ اسے واپس لے آئے گا۔"

گویا یہ بتایا ہے کہ ایمان، اسلام اور قرآن مجید کو آخری زمانہ میں واپس لانے والا، اس کی تعلیمات کو از سرِ نو تازہ کرنے والا، دینِ اسلام کی تجدید کرنے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا۔ پھر بعض احادیثِ صحاح میں اس موعود کا حلیہ گندمی رنگ اور سیدھے بال قرار دیا ہے۔ نعم ما قال المسیح الموعود ؑ

رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّن است
زاں ساں کہ آمد است در اخبارِ سرورم

(درثمین فارسی)

(ج) ہم یہ بتا چکے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے کہ ایک زمانہ میں قرآن مجید اُٹھ جائے گا یعنی اس کا مغز اور اس پر عمل مفقود ہو جائے گا۔ اب یہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے یا نہیں؟ بغرض اختصار صرف دو حوالجات پیش ہیں۔

اوّل۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری شائع کرتے ہیں:۔

"سچی بات یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اُٹھ چکا ہے فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں مگر وَاللہِ دل سے اسے معمولی اور بہت معمولی اور بیکار کتاب جانتے ہیں۔"

(اخبار اہلحدیث ۱۴ر جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

دوم۔ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:۔

"اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس اُمت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں[1]۔ انہیں سے فتنے نکلتے ہیں انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔"

(اقتراب الساعة صفحہ ۱۲)

ہر دو اقتباس زمانہ کی حالت اور قرآن مجید کے اُٹھ جانے کا کھلا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ کیا ان حالات کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بر وقت مبعوث ہونا آپؑ کے دعویٰ کی زبردست دلیل نہیں؟ بتاؤ اگر اُمت کے امراض اور اسکی کمزوریوں کے لیے حضرت احمد نبی اللہ مسیحا نہیں تو اور کون ہے؟

(د) نادان معترض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حفاظتِ قرآن کے لیے کھڑے ہونے کو آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ کے مخالف بتاتے ہیں۔ حالانکہ آپؑ کی بعثت تو خود اسی وعدۂ الٰہی کا نتیجہ تھی۔ جب مخالفینِ اسلام بلکہ بعض مسلمان

---

[1] وہ مولوی جو "بدذات فرقہ مولویاں" پر شور مچایا کرتے ہیں اِن الفاظ کو آنکھیں کھول کر پڑھیں (ابوالعطاء)

کہلانے والوں نے بھی خیال کیا کہ اب اسلام چند دن کا مہمان ہے۔ اور دشمنانِ اسلام نے ہر طرف سے حملے شروع کر دیئے تب اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدۂ حفاظت کے ماتحت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ۱۹۲۷ء میں (ہردوار) گروکل کانگڑی کی مذہبی کانفرنس پر ایک آریہ پنڈت نے میرے لیکچر کے بعد مجھے کہا کہ اگر احمدیہ جماعت نہ ہوتی تو ہم مسلمانوں کو کھا جاتے۔ میں نے کہا یہی تو اسلام کی سچائی کا ثبوت ہے کہ جب آپ لوگوں نے ایسا خیال کیا تو جھٹ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدۂ حفاظت کے مطابق اپنے مقدس بندے کو کھڑا کر دیا۔ الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عین ضرورت کے وقت قرآن پاک کی حفاظت کے لیے کھڑا ہونا اسلام کی صداقت کا درخشندہ ثبوت ہے۔ اے کاش ہمارے مخالف عقل سے کام لیں۔

(۲) **قولہ** "کشف کی حالت میں آپ کو انا انزلناہ قریباً من القادیان بھی قرآن میں لکھا ہوا نظر آیا۔ مگر قرآن اس تحریف سے ابھی پاک ہے"

(عشرہ ص۱۱)

اقول۔ (الف) جب آپ اس کو کشفی حالت کا ایک واقعہ مانتے ہیں تو تحریف کا سوال ہی کیا ہوا؟ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالتِ کشف سونے کے کنگن اپنے ہاتھوں میں دیکھے تو کیا واقعی ظاہر میں آپؐ نے سونا پہن لیا تھا؟ یا آپؐ نے جنگِ اُحد کے شہید صحابہ کو گائیوں کی شکل میں دیکھا (مسلم باب الرؤیا) تو کیا وہ فی الواقع گائیں تھے؟ حضرت یوسفؑ نے سورج چاند کو اپنے لئے سربسجود دیکھا کیا فی الواقع انہوں نے سجدہ کیا؟ ہرگز نہیں۔ الغرض کشف کو ظاہر پر محمول کر کے اعتراض کرنا خود غلطی ہے۔

(ب) قرآن میں ہونے کا مفہوم سمجھنے کے لیے امام قرطبی کا قول ملاحظہ فرمائیے لکھا ہے:۔

"اِنَّ مِنَ الْاَحْکَامِ مَا یُؤْخَذُ تَفْصِیْلُہٗ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ کَالْوُضُوْءِ وَمِنْھَا مَا یُؤْخَذُ تَاْصِیْلُہٗ دُوْنَ تَفْصِیْلِہٖ کَالصَّلٰوۃِ وَمِنْھَا مَا

أُصُلُ أَصْلُهُ كَذَلَالَةِ الْكِتَابِ عَلَى أَصْلِيَّةِ السُّنَّةِ وَالْاِجْمَاعِ وَ
كَذَالِكَ الْقِيَاسُ الصَّحِيحُ فَكُلُّ مَا يُقْتَبَسُ مِنْ هٰذِهِ الْاُصُوْلِ تَفْصِيْلًا
فَهُوَ مَاخُوْذٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَأْصِيْلًا " (فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۱۳)

ترجمہ۔ بعض احکام تفصیلاً قرآن مجید سے ماخوذ ہیں جیسے وضوء، بعض صرف اصولاً ماخوذ ہیں جیسے نماز۔ اور بعض وہ ہیں جن کی اصلیت کو کتاب اللہ سے اخذ کیا گیا ہے جیسا کہ سُنّت اور اجماع یا قیاس صحیح۔ ان ہر سہ طریق پر جو بات بھی مستنبط ہوگی وہ بلحاظ اصل قرآن مجید سے ہی ماخوذ قرار پائیگی "

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ جو بات بذریعہ قیاسِ صحیح قرآن مجید سے ماخوذ ہو وہ بھی " مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ " کا ہی حکم رکھتی ہے۔ اندریں صورت اِنَّا انزلناہ قریباً من القادیان کا اعتراض نہایت بے محل ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک مضمون "بخاری مسلم کتاب اللہ میں داخل ہیں" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اس میں آنحضرتؐ کے الفاظ "لا قضین بینکما بکتاب اللہ" کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

"اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کرنے پر حلف کی۔ مگر حکم جو کیا وہ قرآن کا حکم نہیں ہے بلکہ حدیث کا ہے۔ ثابت ہوا کہ زمانۂ رسالت ہی میں کتاب اللہ بول کر شریعت اللہ ہر دو نوع سے مراد لی جاتی تھی " (اہلحدیث ۴ر اکتوبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۳)

اس قدر عمومیت کے پیشِ نظر معاندین کا یہ اعتراض نہایت ہی رکیک اور بیہودہ ہے۔

(۳) **قولہ** " جب آپ (حضرت مرزا صاحبؑ) کی اس روش (سخت الفاظی) پر اعتراض ہوا تو جواب دیا کہ قرآن شریف میں بھی ایسی گندی گالیاں موجود ہیں۔ حاشیہ صفحہ ۲۶-۲۷ ازالہ اوہام[۱]۔ گویا مرزا صاحب اپنے طرزِ کلام کو خدا کا کلام سمجھتے ہیں " (عشرہ صفحہ ۱۱)

---

[۱] حوالہ صحیح نہیں ہے۔ (مؤلف)

اقول۔ بٹیالوی صاحب نے اس اعتراض میں بھی خیانت سے کام لیا ہے۔ حضرت اقدسؑ نے جو کچھ ازالہ اوہام میں لکھا ہے وہ صرف اس قدر ہے۔ فرمایا:۔

"مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے مَیں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے۔ بڑے دھوکا کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیانِ واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے...... دشنام اور سب اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلافِ واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر ایک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے۔ کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بُت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارہ میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سننے سے بُت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں۔ بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کو بہت تحریک کی ہو گی۔ کیا خدا تعالیٰ کا کفارِ مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ معترض کے مَن گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے؟ کیا خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شَرُّ البَرِیَّۃ قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کی رُو سے دشنام دہی میں داخل نہ ہو گا؟" (ازالہ اوہام صـ طبع سوم)

پھر حضورؑ نے اسی مضمون (دشنام اور امر واقعہ میں فرق) کے متعلق مزید وضاحت کے لئے آیت فَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّھِیْنٍ الخ (سورۃ قلم) کے ماتحت رقم فرمایا ہے:۔

"ان کی چرب زبانی کا خیال مت کرو۔ یہ شخص جو مداہنہ کا خواستگار ہے، جھوٹی قسمیں کھانے والا اور ضعیف الرائے اور ذلیل آدمی ہے، دوسروں کے عیب ڈھونڈنے والا اور سخن چینی سے لوگوں میں تفرقہ ڈالنے والا اور نیکی کی راہوں سے روکنے والا' زناکار اور بایں ہمہ نہایت درجہ کا بدخلق، اور ان سب عیبوں کے بعد ولد الزنا بھی ہے عنقریب ہم اس کے اس ناک پر جو سؤر کی طرح بہت لمبا ہو گیا ہے داغ لگا دیں گے۔ یعنی ناک سے مراد رسوم اور ننگ و ناموس کی پابندی ہے جو حق کے قبول کرنے سے روکتی ہے۔ (اے خدائے قادرِ مطلق! ہماری قوم کے بعض لمبی ناک والوں کی ناک پر اُسترا رکھ) اب کیوں حضرت مولوی صاحب کیا آپ کے نزدیک اِن جامع لفظوں سے کوئی گالی باہر رہ گئی ہے؟"

(حاشیہ ازالہ اوہام ص۱۲ طبع سوم)

ہر دو اقتباس واضح کر رہے ہیں کہ یہ فقرات محض بطور الزامِ خصم لکھے گئے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ نہ حضرتؑ کے کلام میں کوئی گالی ہے نہ قرآن مجید میں۔ ہاں قرآن مجید تاریکی کے وقت آیا اسے لوگوں کے حالات بتانے کے لیے اصلیت کو واضح کرنا ضروری تھا۔ یہی حال حضرتؑ کے کلام کا ہے۔ نادان ہے وہ شخص جو امرِ واقعہ کو گالی قرار دیکر اعتراض شروع کر دے۔

فقرہ پنجم حضرت عیسیٰؑ اور اُن کے معجزات کے متعلق

ہم پانچویں فصل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کے متعلق تفصیلی بحث کر چکے ہیں اِس جگہ اس بحث کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی اپنی ذات اور بعض دیگر امور کے متعلق گفتگو کرنا ضروری ہے۔ معترض نے دسؔ صفحات اس بیان میں سیاہ کر دیے ہیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے مسیح علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں، حضرت مریم صدیقہ پر اتہام لگایا ہے، اور مسیحی معجزات کو اس رنگ میں نہیں مانا جس رنگ میں ماننے پر

الوہیتِ مسیح فوراً ثابت ہو جائے۔ (معجزاتِ عیسوی کے متعلق مفصّل بحث گزر چکی ہے)

حضرت مسیح علیہ السّلام کی شان کے متعلق دسؔ عبارتیں

حضرت مسیح علیہ السلام کے سلسلہ میں جو الزام معترض پٹیالوی نے لگایا ہے وہ ادنےٰ تدبر سے باطل ثابت ہو جاتا ہے۔ بھلا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپکو مثیلِ مسیح کہتے ہیں تو پھر حضرت مسیح کو گالیاں کیسے دے سکتے ہیں اور اُن کی طرف بُری باتیں کیونکر منسوب کر سکتے ہیں۔ یہ بات عقلِ انسانی کے خلاف ہے۔

حضرت کے حوالجات اور تحریروں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت کا ہی اعلان ہے بطور نمونہ دسؔ حوالہ جات درجِ ذیل ہیں:۔

(۱) "ہم اِس بات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور ان کی نبوّت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو اُن کی شانِ بزرگ کے برخلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکا کھانے والا اور جھوٹا ہے۔" (ایّام الصلح صفحہ ٹائیٹل پیج)

(۲) "ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہماری قلم سے اُن کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں۔" (کتاب البریہ صفحہ ۹۳)

(۳) "حضرت مسیح اپنے اقوال کے ذریعہ اور اپنے افعال کے ذریعہ سے اپنے تئیں عاجز ٹھہراتے رہے۔ خدائی کی کوئی بھی صفت ان میں نہیں۔ ایک عاجز انسان ہیں۔ ہاں نبی اللہ بے شک ہیں۔ خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں۔" (جنگِ مقدس صفحہ ۵)

(۴) "حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے شک خدا کا پیارا نبی تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔" (مجموعہ اشتہارات مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۹۲)

(۵) "اور اگر یہ اعتراض ہے کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں۔ بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ بہ نیت توہین نہیں بلکہ بتائید توحید ہیں وانما الاعمال بالنیات۔ اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویۃ الایمان کو بھی اسی خیال سے کافر کہا تھا کہ بعض کلمات اُن کو اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے کہ گویا وہ انبیاء کی توہین کرتا ہے اور چوہڑوں اور چماروں کو اُن کے برابر جانتا ہے۔ ہماری طرح اُن کا بھی یہی جواب تھا کہ انما الاعمال بالنیات۔"

(انوار الاسلام ص۲۴)

(۶) "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تائیدات الٰہیہ بھی شامل تھیں اور فراست صحیحہ کے لئے کافی ذخیرہ تھا کہ یہود اُن کو شناخت کر لیتے اور اُن پر ایمان لاتے مگر وہ دن بدن شرارت میں بڑھتے گئے اور وہ نور جو صادقوں میں ہوتا ہے وہ ضرور انہوں نے حضرت عیسیٰؑ میں مشاہدہ کر لیا تھا۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص۱۷)

(۷) "میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسینؓ جیسے یا حضرت عیسیٰؑ جیسے راستباز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور وعید مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِیًّا دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔" (اعجاز احمدی ص۲۵)

(۸) "گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے لیکن تاہم میں مسیح بن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں۔" (کشتی نوح ص۱۵)

(۹) "اس (مسیح ناصریؑ) کو خدا تعالیٰ نے وعدہ کے موافق ایک شبیہ عطا کیا اور اس میں مسیح کی ہمت اور سیرت اور روحانیت نازل ہوئی اور اس میں اور مسیح میں بشدت اتصال کیا گیا گویا وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے بنائے گئے۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۵۴)

(۱۰) "موسیٰؑ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں مَیں مسیح موعود ہوں سو مَیں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں۔ اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ مَیں مسیح بن مریم کی عزت نہیں کرتا۔" (کشتیٔ نوح صفحہ ۲۵ تقطیع خورد)

ان دس حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو کس قدر پاک، مطہر اور راستباز نبی مانتے ہیں۔ خود حضرتؑ کا ان کے مثیل ہونے کا دعویدار ہونا بھی بتاتا ہے کہ حضورؑ نے ان کو کوئی گالی نہیں دی اور نہ دے سکتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے الزامی جوابات

معترض پٹیالوی نے انجام آتھم وغیرہ کتب سے بعض الزامی جوابات نقل کر کے اعتراض کیا ہے کہ دیکھو مرزا صاحبؑ حضرت عیسیٰؑ کو گالیاں دے رہے ہیں۔ حالانکہ اسی موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے :-

"یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار کہا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔" (انجام آتھم صفحہ ۱۳)

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

" اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل پر کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے اس عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی۔ بلکہ ایک

شخص یسوع نام کو مانتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو بٹ مار وغیرہ ناموں سے یاد کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سخت مکذب تھا اور اس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ سو آپ خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لئے ہمیں تعلیم نہیں دی۔" (آریہ دھرم ٹائیٹل پیج آخری)

ایک تیسری جگہ فرمایا:۔

"ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں۔ پس اسی طرح اس مردار اور خبیث فرقہ نے جو مردہ پرست ہے ہمیں اس بات کے لئے مجبور کر دیا ہے کہ ہم بھی ان کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں۔" (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۸)

ان بیانات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادریوں کی ان گالیوں، بدزبانیوں اور ایذا رسانیوں سے تنگ آکر جو وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اختیار کر رہے تھے، یسوع کے متعلق عیسائیوں کے اپنے خیالات یا ان کے مسلّمات کو پیش کر دیا ہے تا وہ اپنی اس ناپاک روش سے باز آجائیں۔ حضرتؑ نے یسوع کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کے متعلق صاف فرما دیا ہے:۔

"هٰذَا مَا كَتَبْنَا مِنَ الْاَنَاجِيْلِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِلْزَامِ وَاِنَّا نُكْرِمُ الْمَسِيْحَ وَنَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ تَقِيًّا وَّمِنَ الْاَنْبِيَاءِ الْكِرَامِ"

(ترغیب المؤمنین ص۱۹ حاشیہ)

ترجمہ۔ ہم نے یہ سب باتیں از روئے اناجیل بطور الزام خصم لکھی ہیں۔
ورنہ ہم تو مسیح کی عزت کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ
پارسا اور برگزیدہ نبیوں میں سے تھے۔"

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ لکھا وہ محض تورات و اناجیل کے بیانات کی بناء پر، عیسائی مسلّمات کے مطابق لکھا۔ لیکن وہ بھی کب؟ جب اس ناپاک گروہ نے تمام معصوموں کے سردار اور پاکیزگی کے مجسّمہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناقابل برداشت اتہام باندھے۔ بھائیو! کیا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) کا یہی جرم ہے کہ آپؑ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لیئے غیرت دینی کے باعث نصاریٰ کے سامنے ان کے مسلّمات کو ذکر کر دیا؟ کیا تم اسی بناء پر شور مچا رہے ہو؟ ویلٌ لکم ولما تکتبون۔ اے کاش تم میں سیّدنا و حبیبنا محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور محبّت ہوتی تو جانتے کہ وہ کس قدر قیمتی ہیرا ہے۔ اسی کو خدا تعالےٰ نے ہمیشہ کے لیئے زندہ رکھا اور اسی کا فیضان اُمتوں کی نجات کا ذریعہ ہوگا۔ بیشک تم کو تعصب نے اندھا کر دیا ہے۔ لیکن ذرا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِن الفاظ، پُرہیبت الفاظ اور رعب و شوکت سے لبریز الفاظ کو تو پڑھو۔ فرمایا:۔

"اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ یاد رکھو کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گزر گیا۔ اب وہ زمانہ آگیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربیؐ جس کو گالیاں دی گئیں، جس کے نام کی بے عزّتی کی گئی، جس کی تکذیب میں بد قسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اِس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا۔ مگر آخر اسی رسول کو تاج عزّت پہنایا گیا۔ اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک مَیں ہوں۔ جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور جس پر خدا کے

غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا۔ اے نادانو! تم کفر کہو یا کچھ کہو تمہاری تکفیر کی اس شخص کو کیا پرواہ ہے جو خدا کے حکم کے موافق دین کی خدمت میں مشغول ہے اور اپنے پر خدا کی عنایات کو بارش کی طرح دیکھتا ہے۔ وہ خدا جو مریم کے بیٹے کے دل پر اترا تھا وہی میرے دل پر بھی اترا ہے مگر اپنی تجلی میں اس سے زیادہ۔ وہ بھی بشر تھا اور میں بھی بشر ہوں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۷)

الزامی جوابات میں علماء اہلسنت کے دس حوالے

جناب مولوی آل حسن صاحب اپنی کتاب استفسار میں لکھتے ہیں:۔

(۱) "حضرت عیسےٰ نے کونسا مرتبہ درشت گوئی کا اٹھا رکھا جو یہودیوں کے خطاب میں ان کی کفریات پر نہیں کیا۔" (استفسار صفحہ ۲۱۷)

(۲) "حضرت عیسیٰ کا معجزہ احیائے میت کا بعضے بھان متی کرتے پھرتے ہیں کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا بعد اس کے سب کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا کہ اُٹھ کھڑا ہو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔" (" صفحہ ۳۳۶)

(۳) "اشعیا اور ارمیا اور عیسیٰ علیہم السلام کی سی غیب گوئیاں قواعد نجوم اور رمل سے بخوبی نکل سکتی ہیں۔ بلکہ اس سے بہتر۔" (" صفحہ ۳۳۶)

(۴) "کلیۃً یہ بات ہے کہ اکثر پیشگوئیاں انبیائے بنی اسرائیل اور حواریوں کی ایسی ہی ہیں جیسے خواب اور مجذوبوں کی بڑ۔" (" صفحہ ۱۳۳)

(۵) "یسوع نے کہا کہ لومڑیوں کے لئے گھر ہیں اور پرندوں کے لئے بسیرے ہیں۔ پر میرے لئے کہیں سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ دیکھو یہ شاعرانہ مبالغہ ہے اور صریح دنیا کی تنگی سے شکایت کرنا کراہ قبیح ترین ہے۔" (" صفحہ ۳۴۹)

(۶) "حضرت عیسےٰ ایک انجیر کے درخت پر صرف اس جہت سے کہ اس میں پھل نہ تھا، خفا ہوئے پس جمادات پر خفا ہونا عقلاً کمال جہالت

کی بات ہے" (ص۱۴)

(۷) "حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کو حد سے زیادہ جو گالیاں دیں تو ظلم کیا" (ص۱۹)

(۸) "تربیت حضرت عیسیٰ کی از رُوئے حکمت کے بہت ہی ناقص ٹھہری" (ص۱۰)

ان کے علاوہ ایک بزرگ مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی مرحوم گزرے ہیں انہوں نے ایک کتاب ازالۃ الاوہام نامی تالیف کی ہے اس کے دو حوالے حسب ذیل ہیں :-

(۹) "ہمراہ جناب مسیح بسیار زناں ہمراہ مے گشتند، و مالِ خود مے خورانیدند، و زنانِ فاحشہ پایہا آنجناب را مے بوسیدند و آنجناب مرتھا و مریم را دوست مے داشت، و خود شراب برائے نوشیدن دیگر کساں عطا مے فرمودند" (ص۲۷)

(۱۰) "زہے پاکیزگی، فرزندان یعقوب علیہ السلام، کہ فرزندِ کلاں بکنیز کِ پدر ہمبستر شدند، دفرزندِ دوم زوجۂ پسر را در آغوش کرد۔ گو در آں وقت زنا کہ بقصد بود نہ دانست کہ زوجۂ پسرِ من ست و قبل از اطلاع ایں معنی کہ او حاملہ از من ست بحکم سوختنِ آں فرمودند، و یعقوب علیہ السلام سزا دادچہ ذکر ملامت و زجر ہم بصاحبزادہ والا تبار و آں زنان نیکوکار نہ کردند، و در اولاد ہمیں فارض کہ از شکم تامار نیکو شعار برآمد داؤد وسلیمان و مسیح اند" (ص۳۵)

ناظرین کرام! آپ ان حوالجات کو پڑھیں اور بتائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سے زیادہ کیا لکھا ہے؟ اب اگر مصنف عشرہ یا دوسرے علماء سُوء کی نظر میں حضور قابلِ الزام ہیں تو پھر مولوی رحمت اللہ صاحب اور مولوی آل حسن صاحب پر کیوں یہی فتوے نہیں لگایا جاتا؟ مصنف عشرہ کو دیوبند سے خاص نسبت معلوم ہوتی ہے اسلئے ہم ذیل میں جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کا بیان بھی درج کرتے ہیں۔

الزامی جوابات اور بانئ مدرسہ دیوبند

آپ نے ایک جگہ بڑی وضاحت سے تحریر فرمایا ہے کہ:-

" اگر قدر شناسوں سے حد سے گزر جانے والے بڑھ جایا کریں، اور قدر شناس دشمن سمجھے جایا کریں تو نصاریٰ حضرت عیسٰی کے محب، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمت حضرت کے دشمن ہونے چاہئیں۔ غور کر کے اگر دیکھیں مُفرِط فی المحبۃ اس کا محب نہیں ہوتا جس کی محبت کا مدعی ہوتا ہے۔ بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محب ہوتا ہے۔ نصاریٰ جو دعویٔ محبتِ حضرت عیسٰی علیہ السلام کرتے ہیں تو حقیقت میں ان سے محبت نہیں کرتے۔ کیونکہ دارومدار ان کی محبت کا خدا کے بیٹا ہونے پر ہے۔ سو یہ بات حضرت عیسٰیؑ میں تو معلوم البتہ ان کے خیال میں تھی۔ اپنی خیالی تصویر کو پوجتے ہیں اور اسی سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسٰی کو خداوند کریم نے ان کی واسطہ داری سے برطرف رکھا ہے۔ ایسے ہی شیعہ بھی اپنی خیالی تصویر سے محبت کرتے ہیں۔ ائمہ اہلبیت سے محبت نہیں کرتے۔ اس محبت پر محبانِ قدر شناس کو دشمنِ اہلبیت سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا نصاریٰ بزعمِ خود رسول اللہ صلعم اور ان کی اُمت کو دشمنِ عیسٰیؑ سمجھتے ہیں۔"

(رسالہ ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۲۴۴-۲۴۵)

اس عبارت میں الزامی جوابات کا جواز جس رنگ اور جس طریق سے مذکور ہے اسی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسٰیؑ کے متعلق اختیار فرمایا ہے۔ جناب مولانا کے نزدیک بھی حضرت عیسٰیؑ کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ایک حقیقی صورت جو اسلامی عقائد میں نبی اور رسول کی ہے (۲) دوسری خیالی تصویر جو عیسائی خیالات میں خدا کا بیٹا ہونے کی ہے۔ بلاشبہ یہ سچ ہے کہ یسوع کوئی علیحدہ وجود نہ تھا لیکن درحقیقت مندرجہ بالا تشریح کی موجودگی میں ہم نصاریٰ کے پیش کردہ یسوع کو حضرت

مسیح کی حقیقی صورت نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کو ان کی خیالی تصویر ہی کہیں گے اور اندریں صورت اگر بعد وضاحت اس خیالی تصویر پر اعتراض کیا جاوے تو وہ اعتراض اہلِ دانش کی نظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہ ہوگا تا اس سے توہین انبیاء کی شق پیدا کی جاوے۔ اس تصریح کے ساتھ مولانا موصوف نے ایک جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق لکھا ہے :۔

"اہلِ سنت جو تمام ولایتوں کے لوگوں کے نامردہ پن میں امام ہیں ان میں کا بھنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا جس طرح حضرت امیر نے اپنی دخترِ مطہرہ کو حضرت عمرؓ کے حوالہ کر دیا۔ آپ بھی دیکھتے رہے اور صاحبزادے بھی۔ پھر صاحبزادوں میں ایک وہ بھی تھے کہ جنہوں نے تیس ۳۰ ہزار فوج جرار کا مقابلہ کیا۔ حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل کا تھا اور بہن کے نکاح کے وقت عین شباب تھا۔"

(ہدیۃ الشیعہ ص۱۲۷ مطبوعہ مطبع ہاشمی)

یہ عبارت ناگوار ہے لیکن اہلِ دیوبند کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔ جو جواب وہ اس الزامی عبارت کا دے سکتے ہیں وہی جواب ہمارا ہے۔

معترض پٹیالوی لکھتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ پر جب اس باب میں اعتراض ہؤا تو یہ کہہ دیا کہ :۔

"یہ اعتراض بائیبل کی بناء پر کئے گئے ہیں۔ بھلے آدمی بائیبل تو محرّف ہے اس کے بیان سے سند پکڑنے کی آپ کو کیوں ضرورت پیش آئی جبکہ قرآن کریم حضرت عیسیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے۔" (عشرہ ص۱۱۳)

صاف ظاہر ہے کہ حضرتؑ نے ان اعتراضات کو بطور الزامِ خصم پیش کر کے بائیبل کو سند نہیں پکڑا اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکیزگی کا انکار فرمایا ہے بلکہ نصاریٰ کو اُن کے مزعومہ نقشہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یسوع پر ان اعتراضات کی وہی ضرورت تھی جو مولانا محمد قاسم صاحب بانیٔ مدرسہ دیوبند کو مندرجہ بالا عبارت کی

تھی۔ ہمارے حضرتؑ نے تو اپنے رسالہ فتح مسیح میں صاف تحریر فرمادیا ہے :۔

(الف) "ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی شانِ مقدس کا بہرحال لحاظ ہے اور صرف فتح مسیح (پادری) کے سخت الفاظ کے عوض ایک فرضی مسیح کا بالمقابل ذکر کیا گیا ہے اور وہ بھی سخت مجبوری سے۔ کیونکہ اس نادان نے بہت ہی شدّت سے گالیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالی ہیں اور ہمارا دل دُکھایا ہے۔" (صلا)

(ب) "ہم اس سچے مسیح کو مقدس اور بزرگ اور پاک جانتے اور مانتے ہیں جس نے نہ خدائی کا دعویٰ کیا، نہ بیٹا ہونے کا، اور جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر دی اور اُن پر ایمان لایا۔" (صلا)

حضرت مسیح کی بن باپ ولادت

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بکثرت تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مسیح بغیر باپ کے محض قدرت الٰہیہ سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں :۔

(الف) "اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّقْطَعَ دَابِرَهُمْ وَيُجِيْحَ بُنْيَانَهُمْ وَيُحْكِمَ ذِلَّتَهُمْ وَخِذْلَانَهُمْ فَاَوَّلُ مَا فَعَلَ لِهٰذِهِ الْاِرَادَةِ هُوَ خَلْقُ عِيْسٰى مِنْ غَيْرِ اَبٍ بِالْقُدْرَةِ الْمُجَرَّدَةِ فَكَانَ عِيْسٰى اِرْهَاصاً لِّنَبِيِّنَا۔" (مواهب الرحمٰن صلا)

ترجمہ۔ اللہ نے ارادہ کیا کہ یہود کی جڑھ کاٹ دے اور اُن کی ذلّت و رسوائی کو پختہ کرے سو اُس نے اس کے لئے پہلی بات یہ کی کہ حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ محض قدرت سے پیدا کیا۔ پس حضرت عیسیٰؑ ہمارے نبی کے لئے ارہاص تھے۔"

(ب) "وَكَذَالِكَ تَوَلُّدُ عِيْسٰى مِنْ دُوْنِ الْاَبِ۔" (مواهب الرحمٰن صلا)

ترجمہ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی۔"

پھر حضورؑ اسی جگہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"عَجِبْتُ كُلَّ الْعَجَبِ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ الَّتِيْ هِيَ لِنُبُوَّةِ نَبِيِّنَا كَالْعَلَامَاتِ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّ عِيْسٰى تَوَلَّدَ مِنْ نُطْفَةِ يُوْسُفَ اٰبِيْهِ وَلَا يَفْهَمُوْنَ الْحَقِيْقَةَ مِنَ الْجَهَلَاتِ" (مواہب الرحمٰن ص۷۲)

ترجمہ۔ مجھے ان لوگوں پر بہت تعجب ہے جو ان آیات پر غور نہیں کرتے حالانکہ یہ ہمارے نبی کریمؐ کی نبوت کی علامات ہیں۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اپنے باپ یوسف نجّار کے نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ **لوگ جہالتوں کے باعث حقیقت کو نہیں سمجھتے**[1]"

اِن اقتباسات سے ظاہر ہے کہ حضورؑ کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت **بغیر باپ** کے ہوئی تھی۔ ایک مقام پر حضرت مریم صدیقہ کے ذکر میں فرمایا:۔

"بعض افرادِ اُمّت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی۔ تب اس کے رحم میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور عیسےٰ اس سے پیدا ہوا۔" (کشتی نوح ص۴۷ طبع کلاں)

گویا حضرت مریم کی پارسائی اور حضرت مسیح کی بے باپ ولادت پر آپ اعتقاد رکھتے تھے۔ اِس واضح صداقت کے بعد آپ پٹیالوی صاحب کی دیانت ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:۔

"مرزا صاحب بھی یہودیوں کی طرح حضرت مریم علیہا السلام کو زانیہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو ناجائز تعلقات کی پیدائش سمجھتے تھے۔" (عشرہ ص۱۱)

ناظرین کرام! ہم حضرتؑ کے الفاظ اُوپر درج کر چکے ہیں۔ معترض نے اِس عبارت میں حضرت کا نام لے کر درحقیقت اپنی یہودیت کا ثبوت دیا ہے۔ مریم صدیقہ کو ملزم گردانا نیز حضرت کے کلام میں خیانت اور تحریف کی۔ سچ ہے تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ حضرت مسیح کو تو

---

[1] یہ الفاظ اہلِ پیغام اور ان کے امیر کے لئے بھی قابلِ غور ہیں۔ (مؤلف)

علیہ السلام نے کشتی نوح ص۱۶ پر لکھا ہے :-

"مسیح تو مسیح ہیں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں۔ نہ صرف اس قدر، بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں"

حضرت نے مسیح کے بھائی اور بہنوں کے لئے کتاب " اپاسٹولک ریکارڈس مصنفہ پادری جان ایلن گائلز مطبوعہ لنڈن ص۱۵۹" کا حاشیہ میں حوالہ بھی دیا ہے لیکن چونکہ اس عبارت میں "حقیقی ہمشیروں" کا لفظ آگیا ہے اسلئے معترض کہتا ہے کہ حضرت کے نزدیک مسیح کی ولادت ناجائز تعلقات کا نتیجہ تھی۔ افسوس ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

معترض کی آنکھ نے صرف ایک لفظ حقیقی دیکھا لیکن اس کی تشریح "یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں" پر غور نہ کیا۔ اور فقرہ "پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں" پر بھی تدبر نہ کیا کہ ان میں صاف بتایا گیا ہے کہ ان کا حقیقی ہونا مجازی یا محض روحانی (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ) کے بالمقابل ہے نہ کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ ان سب کا ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں تھی۔ افسوس کہ معترض نے حضرت کے لفظ مریم بتول کو بھی مدنظر نہ رکھا۔ بات یہ ہے کہ انہیں تو اعتراض سے غرض ہے اور مخلوق خدا کو دھوکہ دینا مدنظر۔

ایام الصلح کے حوالہ میں خیانت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے افغان قوم کی بنی اسرائیل سے مشابہتوں کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے :-

" ان (افغانوں) کے بعض قبائل ناطہ اور نکاح میں کچھ چنداں فرق نہیں سمجھتے اور عورتیں اپنے منسوب سے بلا تکلف ملتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح

پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے۔ مگر خوانینِ سرحدی کے بعض قبائل میں یہ مماثلت عورتوں کی اپنے منسوبوں سے حد سے زیادہ ہوتی ہے۔ حتّٰی کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے۔"

(ایام الصلح اردو صفحہ ۶۶ حاشیہ)

صاف ظاہر ہے کہ اس عبارت میں حضرت مریم علیہا السلام پر کوئی الزام نہیں لگایا گیا بلکہ یہودی اور افغانوں میں ایک تمدنی مشارکت کا ذکر کیا گیا ہے جس میں حضرت مریم صدیقہؓ کا یوسف کے ساتھ قبل نکاح صرف پھرنا درج ہے۔

اگر معترض دیانتدار ہوتا تو اس واضح بیان پر اعتراض نہ کرتا لیکن اس کی فطرت نے جب اس صاف عبارت میں کوئی پہلو مخلوق کی گمراہی کا نہ پایا تو اس نے از راہِ خیانت عبارت کو ہی بدل دیا اور اس نے حضرتؑ کی کتاب ایام الصلح صفحہ ۶۵ سے حسب ذیل عبارت منسوب کردی، نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"افغان یہودیوں کی طرح نسبت اور نکاح میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ لڑکیوں کو اپنے منسوبوں کے ساتھ ملاقات اور اختلاط کرنے میں مضائقہ نہیں ہوتا۔ مثلاً مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ اختلاط کرنا اور اس کے ساتھ گھر سے باہر چکر لگانا اس رسم کی بڑی سچی شہادت ہے۔ اور بعضے پہاڑی خوانین کے قبیلوں میں لڑکیوں کا اپنے منسوب لڑکوں کے ساتھ اس قدر اختلاط پایا جاتا ہے کہ نصف سے زیادہ لڑکیاں نکاح سے پہلے ہی حاملہ ہو جاتی ہیں۔"

اور پھر بطور نتیجہ خود لکھا ہے:۔

"مریم اپنے منسوب یوسف نجّار کے ساتھ قبل از نکاح اختلاط کرتی تھی اور اس کے ساتھ گھر سے باہر چکّر لگایا کرتی تھی اور قوم افاغنہ کی طرح قبل از نکاح ہی حاملہ ہو گئی تھی۔" (عشرہ صفحہ ۱۱۴)

ناظرین! خدارا بتلائیے کہ معترض کے نتیجہ کا آخری جلی قلم فقرہ اس کے منقولہ حوالہ

ایام الصلح میں بھی کہاں مذکور ہے ؟ ایام الصلح کی اس عبارت کے سیاق الکلام میں افغان قوم کا بنی اسرائیل ہونا ثابت کرنا مدنظر ہے مگر معترض اس سے مریم صدیقہ کا قبل از نکاح یوسف سے حاملہ ہونا بتلاتا ہے ۔

اُلٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

اس اقتباس میں صرف اسرائیلی رواج کا ذکر ہے اور اس کی مثال میں تاریخی واقعہ حضرت مریم اور یوسف نجار کا قبل نکاح پھرنا مذکور ہے ۔ ایسی عورت کے محض ساتھ پھرنے کو (جسے ایام الصلح کی اس عبارت میں بھی صدیقہ کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے) زنا یا بدفعلی پر محمول کرنا اپنی خباثت کا ثبوت دیتا ہے ۔

ممکن ہے کہ معترض بٹیالوی نے ایام الصلح فارسی کی عبارت کو سامنے رکھ کر یہ غلط بیانی کی ہو تو اوّل تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نہیں ہے بلکہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا ہے جیسا کہ ٹائیٹل پیج صلے پر مذکور ہے ۔ دوم جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل کتاب اُردو میں مطبوعہ موجود ہے تو فارسی کو پھر اپنی اُردو میں بیان کر کے دھوکہ دینا کہاں تک روا ہے ؟ ۔ اتنی زحمت اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے ؟ ۔ سوم فارسی عبارت میں لفظ اختلاط ہے جو عام ہے ۔ اس جگہ اصل کے لحاظ سے اس کے معنی صرف "حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا" کے ہوں گے ۔ الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت میں کوئی ایسا جملہ نہیں جس میں حضرت مریم پر زد پڑتی ہو ۔ یہ صرف معترض بٹیالوی کی یہودیت نوازی ہے ۔ ہاں اگر یہ سوال ہو کہ حضرت مریم کے یوسف کے ساتھ پھرنے کا ثبوت کیا ہے تو لیجئے ابن الاثیر کی مشہور تاریخی کتاب الکامل کی عبارت پڑھ لیجئے لکھا ہے :-

"قَدْ ذَكَرْنَا حَالَ مَرْيَمَ فِيْ خِدْمَةِ الْكَنِيْسَةِ وَكَانَتْ هِيَ وَابْنُ عَمِّهَا يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ مَاثَانَ النَّجَّارُ يَلِيَانِ خِدْمَةَ الْكَنِيْسَةِ وَكَانَ يُوْسُفُ حَكِيْمًا نَجَّارًا يَعْمَلُ بِيَدَيْهِ وَيَتَصَدَّقُ بِذَالِكَ وَقَالَتِ النَّصَارٰى

اِنَّ مَرْیَمَ کَانَ قَدْ تَزَوَّجَهَا یُوْسُفُ ابْنُ عَمِّهَا اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَقْرُبْهَا اِلَّا بَعْدَ رَفْعِ الْمَسِیْحِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَکَانَتْ مَرْیَمُ اِذَا نَفِذَ مَاءُهَا وَمَاءُ یُوْسُفَ بْنِ عَمِّهَا اَخَذَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا قُلَّتَهٗ وَانْطَلَقَ اِلَی الْمَغَارَةِ الَّتِیْ فِیْهَا الْمَاءُ یَسْتَعْذِبَانِ مِنْهُ ثُمَّ یَرْجِعَانِ اِلَی الْکَنِیْسَةِ فَلَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الَّذِیْ لَقِیَهَا فِیْهِ جِبْرَائِیْلُ نَفِذَ مَاءُهَا فَقَالَتْ لِیُوْسُفَ لِیَذْهَبَ مَعَهَا اِلَی الْمَاءِ فَقَالَ عِنْدِیْ مِنَ الْمَاءِ مَا یَکْفِیْنِیْ اِلٰی غَدٍ فَاَخَذَتْ قُلَّتَهَا وَانْطَلَقَتْ وَحْدَهَا حَتّٰی دَخَلَتِ الْمَغَارَةَ فَوَجَدَتْ جِبْرَائِیْلَ۔ الخ"

ترجمہ۔ ہم حضرت مریم کے گرجا کی خدمت کرنے کا ذکر کر چکے ہیں۔ وہ اور ان کا چچیرا بھائی یوسف نجار اس کے لئے مقرر تھے۔ یوسف حکیم اور ترکھان تھا۔ ہاتھوں سے کام کر کے صدقہ کر دیا تھا۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ مریم سے یوسف نے نکاح کر لیا تھا لیکن حضرت مسیح کے رفع کے بعد وہ ان کے قریب گیا تھا۔ واللہ اعلم۔ ہاں جب یوسف اور مریم کے مشکیزے کا پانی ختم ہو جاتا تھا تو دونوں اپنا اپنا مشکیزہ لیتے اور غار میں جا کر شیریں پانی لاتے اور گرجا میں واپس آجایا کرتے لیکن جب وہ دن آیا جس میں جبرائیل مریم سے ملے ہیں تو صرف مریم کا پانی ختم ہوا اور اس نے یوسف کو پانی تک ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ مگر اس نے کہا کہ میرے پاس کل تک کے لئے پانی ہے لہذا مریم نے اپنا مشکیزہ لیا اور اکیلی ہی چلی گئیں، یہاں تک کہ غار میں پہنچ گئیں اور وہاں ان سے جبرائیل ملے۔"

(تاریخ کامل جلد اول صـ۱۲۱)

ناظرین کرام! آپ اس حوالہ پر غور فرماویں اور معترض پٹیالوی کی باطل پرستی پر ماتم کریں۔!

یسوع کی دادیاں نانیاں ضمیمہ انجام آتھم میں یسوع کے ذکر پر لکھا ہے:۔

"آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔"

ہم اوپر مفصل بتا چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تحریر الزامی طور پر بائیبل کے بیانات کے لحاظ سے ہے۔ یعنی از رُوئے عقائد و مسلّماتِ نصاریٰ یہ بات درج ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک دوسری جگہ صراحتاً فرمایا:-

"ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری والدہ سے لیکر حوّا تک میری ماؤں کے سلسلہ میں کوئی عورت بدکار اور زانیہ نہیں اور نہ مرد زانی اور بدکار ہے لیکن بقول عیسائیوں کے انکے خدا صاحب کی پیدائش میں تین زناکار عورتوں کا خون ملا ہوا ہے۔"

(ست بچن حاشیہ ص۱۶۵)

پھر فرمایا:-

"یسوع کی بعض نانیوں اور دادیوں کی جو حالت بائیبل سے ثابت ہوتی ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں۔ ان میں سے تین جو مشہور و معروف ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ بنت سبع، راحاب، تمر۔" (الحکم ۱۴ر فروری ۱۹۰۲ء)

بعض لوگ اس موقع پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر یہ بیان بطور الزامِ خصم از رُوئے بائیبل ہے تو بتاؤ بائیبل میں ان عورتوں کے زناکار ہونے کا کہاں ذکر ہے؟ سو اس کے لئے بھی میں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر پیش کرتا ہوں تا اس سے ایک طرف جس طرح یہ ثابت ہو جائے کہ یہ بات حضرت اقدسؑ کے اپنے مسلّمات میں سے نہیں تھی بلکہ حضورؑ نے محض بطور الزام نصاریٰ لکھی تھی ویسے ہی دوسری طرف یہ بھی پتہ لگ جائے کہ ایسا ذکر کہاں مذکور ہے؟ حضرتؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"عجیب تر یہ کہ یہ کفارہ یسوع کی دادیوں اور نانیوں کو بھی بدکاری سے نہ بچا سکا۔ حالانکہ ان کی بدکاریوں سے یسوع کے گوہرِ فطرت پر داغ لگتا تھا اور یہ دادیاں نانیاں صرف ایک دو نہیں بلکہ تین ہیں۔ چنانچہ یسوع کی ایک

بزرگ نانی جو ایک طور سے دادی بھی تھی یعنی راحاب کسبی یعنی کنجری تھی۔ دیکھو لیشوع ۲-۱۔ اور دوسری نانی جو ایک طور سے دادی بھی تھی اس کا نام تمر ہے۔ یہ خانگی بدکار عورتوں کی طرح حرامکار تھی۔ دیکھو پیدائش ۳۸-۱۶ لغایت ۳۰۔ اور ایک نانی یسوع صاحب کی جو ایک رشتہ سے دادی بھی تھی بنت سبلع کے نام سے موسوم ہے۔ یہ وہی پاکدامن تھی جس نے داؤد کے ساتھ زنا کیا تھا۔ دیکھو ۲ سموئیل ۱۱-۲ ۔" (ست بچن صفحہ ۱۹۵)

ناظرین! اس اقتباس سے آپ کو خوب معلوم ہو چکا ہے کہ حضرتؑ نے یہ بیان بائیبل کے مسلمات کے لحاظ سے لکھا ہے اور حوالہ دیکر لکھا ہے جیسا کہ مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر بھی لکھ چکے ہیں۔ پس اب بھی اس کو الزامی جواب نہ سمجھنا بلکہ عقیدہ قرار دینا پرلے درجہ کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔

پٹیالوی صاحب کی شرمناک خیانت

مصنف عشرہ کاملہ نے دیگر بہتانات کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک بڑا بہتان یہ باندھا ہے کہ حضورؑ سے منسوب کر کے حسب ذیل عبارت لکھی ہے:-

"یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کس طرح پر وہ (حضرت عیسیٰؑ) نامحرم جوان عورتوں سے ملتا تھا اور کس طرح ایک بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا۔ وہ ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا۔ اور جب استاد کے سامنے اس کے حسن و جمال کا تذکرہ کر بیٹھا تو استاد نے اُسے عاق کر دیا۔ الحکم ۲۱ر فروری ۱۹۰۲ء"
(عشرہ کاملہ صفحہ ۱۱۵)

قارئین کرام! قطع نظر اس سے کہ اخبار "الحکم" کے اس پرچہ کے "کلمات طیبات" کا روئے سخن ایک عیسائی کی طرف ہے اور ساری گفتگو از روئے بائیبل ہے نیز ان عبارتوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی بجائے عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد ہے۔ ہم معترض پٹیالوی کی خیانت کو قابل نظرانداز نہیں سمجھتے۔ ناظرین کرام! آپ معترض کے الفاظ کو زیر نظر رکھ کر اخبار الحکم میں سے اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ لکھا ہے:-

"ایک یہودی نے یسوع کی سوانحمری لکھی ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔ اُس نے لکھا ہے کہ یسوع ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا اور اپنے استاد کے سامنے اس کے حسن و جمال کا تذکرہ کر بیٹھا تو استاد نے اُسے عاق کر دیا۔"
(الحکم مؤرخہ ۲۱ر فروری ۱۹۰۲ء صفحہ ۳ کالم ۲)

اُف! اتنی تحریف اور ایسا جھوٹ! ع اللہ اللہ خاتمہ ہی کر دیا تحریف کا۔
ہمارے حضرتؑ نے ایک دوسرے موقع پر تحریر فرمایا ہے :-

"ایک شریر یہودی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بیگانہ عورت پر آپ (حضرت مسیحؑ) عاشق ہو گئے تھے۔ لیکن جو بات دشمن کے مُنہ سے نکلے وہ قابلِ اعتبار نہیں آپ خدا کے مقبول اور پیارے تھے۔ خبیث ہیں وہ لوگ جو آپؑ پر تہمتیں لگاتے ہیں۔" (اعجازِ احمدی صفحہ ۲۵)

معترض کے دو اور غلط استدلال

(۱) معترض پٹیالوی لکھتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب "مسلمانوں کے ڈر سے دکھلانے کے لئے اس طرح بھی لکھتے ہیں ؎

معجزاتِ انبیاءِ سابقیں ÷ آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست ÷ ہر کہ انکارے کند از اشقیاست

(عشرہ صفحہ ۱۱۹)

گویا تسلیم کر لیا کہ حضرت اقدسؑ حضرت مسیحؑ کے معجزات کو قرآن مجید کے بیان کے مطابق مانتے تھے۔ مسلمانوں کا ڈر یا ان کو دکھلا دینے کی بھی ایک ہی کہی۔ مسیحؑ کی موت کا اعلان کرتے ہوئے نہ ڈرے، دعویٰ نبوت کرتے وقت ڈر پیدا نہ ہوا، جماعت کو غیر احمدی مکذبین سے بکلی منقطع کرنے وقت ڈر یا دکھلاوے کا خیال نہ آیا۔ صرف حضرت مسیحؑ کے معجزات کے لئے ان کا ڈر ہو سکتا تھا۔ العجب ثم العجب۔

(۲) معترض حضرت مسیح موعودؑ کے فقرہ "میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیحؑ تو شرابی تھا" سے استدلال کرتا ہے کہ حضرتؑ کے نزدیک مسیحؑ ناصری شرابی

تھے۔ قارئین کرام! یہ کتنا غلط استدلال ہے۔ ایک ادنیٰ سمجھ کا آدمی بھی جان سکتا ہے کہ یہ طرزِ کلام الزاماً ہوا کرتا ہے اور "لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں" تو صاف بتا رہا ہے کہ یہ محض لوگوں کا خیال ہے حضرتؑ کا اپنا خیال نہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ بعض حوالجات کی بنا پر اس کو انجیل سے ماخوذ خیال کیا جا سکتا ہے۔

فقرہ ششم "مرزا صاحبؑ کی اخلاقی حالت"

علماء کو گالیاں دینے کے الزام کا جواب

اس ذیل میں معترض نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگایا ہے کہ آپ نے علماء کو گالیاں دی ہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے :-

"علماء اسلام نے چونکہ مرزا صاحب کے دعووں کو نہ مانا بلکہ لوگوں کو ان کی چالاکیوں اور خلافِ شرع تعلیم سے آگاہ کر دیا اسلئے مرزا صاحب ان کے بہت ہی خلاف تھے اور ان کو نہایت غلیظ گالیوں اور گندہ الفاظ سے یاد کیا کرتے۔ ممکن ہے کہ بالمقابل بھی کسی نے ترکی بترکی خطاب کیا ہو..... یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ عام طور پر سخت کلامی اور درشتیٔ تحریر کی ابتداء مرزا صاحب کی طرف سے ہی ہوتی تھی۔" (عشرہ صفحہ ۱۲۶)

ابتداء کس نے کی؟

پٹیالوی صاحب نے اس عبارت میں دو دعوے کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرتؑ نے علماء کو گالیاں دیں۔ دوم یہ کہ ان گالیوں میں ابتداء آپ ہی کی طرف سے ہوئی۔ گالیوں کی حقیقت بتانے سے قبل اس امر کا فیصلہ ضروری ہے کہ اس باب میں ابتداء کس کی طرف سے ہوئی کیونکہ معترض کا اپنا مسلّم اصول ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ :-

"اس کتاب (عشرہ کاملہ) میں ناظرین بعض جگہ ایسے الفاظ بھی دیکھیں گے جو سنجیدگی و متانت کی رُو سے قابلِ اعتراض اور غیر مانوس معلوم ہوتے ہیں لیکن اس کے متعلق صرف اتنا عرض کیا جاتا ہے کہ ایسے الفاظ کا

استعمال الزامی طور پر مرزا صاحب کی تصانیف و تقاریر سے ہی کیا گیا ہے اور اپنی طرف سے کسی جگہ زیادتی و سبقت نہیں کی گئی۔ (عشرہ ۵۱)

اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ابتداء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ علماء کی طرف سے ہوئی تو کیا معترض پٹیالوی کے "سبقت" والے قانون کے مطابق اس کا یہ اعتراض خود بخود باطل نہ ہو جائے گا؟ حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"تمام مخالفوں کی نسبت میرا یہی دستور رہا ہے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی مخالف کی نسبت اس کی بدگوئی سے پہلے خود بد زبانی میں سبقت کی ہو۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرأت کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجّال رکھا اور میرے پر فتویٰ کفر لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا اور میرا نام کذّاب، مفسد، دجّال، مفتری، مکّار، ٹھگ، فاسق، فاجر، خائن رکھا تب خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ صحتِ نیّت کے ساتھ ان تحریروں کی مدافعت کروں۔ میں نفسانی جوش سے کسی کا دشمن نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک سے بھلائی کروں مگر جب کوئی حد سے بڑھ جائے تو میں کیا کروں۔ میرا انصاف خدا کے پاس ہے۔ ان سب مولوی لوگوں نے مجھے دکھ دیا اور حد سے زیادہ دکھ دیا اور ہر ایک بات میں ہنسی اور ٹھٹھا کا نشانہ بنایا۔ پس میں بجز اس کے کیا کہوں یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲)

کھلا چیلنج

ناظرین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ دعویٰ ہے کہ میں نے سخت زبانی میں کبھی اور کسی کے متعلق ابتداء نہیں کی۔ جب کبھی ایسا ہوا بطور مدافعت ہوا۔ معترض کہتا ہے کہ "سخت کلامی و درشتی کی ابتداء مرزا صاحب کی طرف سے ہی ہوتی تھی"۔ اب فیصلہ کا طریق بالکل آسان ہے اور وہ یہ کہ واقعات کے

رُو سے ہمارے مخالف کسی ایک مولوی وغیرہ کے متعلق حضرتؑ کے سخت الفاظ پیش کریں جس نے ان الفاظ سے پہلے بدزبانی نہ کی بلکہ بدزبانی میں حد سے بڑھ نہ گیا ہو۔ مخالفین کو ہماری طرف سے یہ کُھلا چیلنج ہےؔ۔ مگر وہ ہرگز اِس طریق سے فیصلہ کے لئے تیار نہ ہونگے وہ زبانی ہزار باتیں بنائیں مگر واقعات کے لحاظ سے حضرتؑ کی طرف سے سخت الفاظ کی ابتداء ثابت کرنا ناممکن، محال اور ممتنع ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی گواہی

کس نے ابتداء کی اور کون اَلْبَادِیُ اَظْلَمُ کا مصداق ہے؟ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں کہ:۔

"مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت پر سب سے اوّل مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اُٹھے۔ جنہوں نے مرزا صاحب کے اقوال کو یکجا کر کے علماء کرام سے اُن کے برخلاف ایک فتویٰ لیا جو اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں چھاپا۔ مگر حق یہ ہے کہ بعد اس فتویٰ کے مرزا صاحب نے بجائے دبنے کے اپنے خیالات اور مقالات میں جو ترقی کی ان کو دیکھتے ہوئے یہ فتویٰ جن خیالات پر علماء نے دیا تھا وہ کچھ بھی حقیقت نہ رکھتے تھے۔"

(رسالہ تاریخ مرزا صفحہ ۲۷)

مولویوں نے فتویٰ کفر وغیرہ میں ابتداء کی اور ان خیالات پر فتوے دیئے جنکی مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک کچھ بھی حقیقت نہ تھی۔ بہرحال یہ ثابت ہو گیا کہ سخت زبانی میں **ابتداء** کرنے والے علماء ہی تھے۔ پس معترض کے اپنے **اصولِ سبقت** کے لحاظ سے یہ اعتراض باطل ہے۔

لہ قارئین کرام! یہ واضح چیلنج آج سے چوبیس ۲۴ برس قبل شائع کیا گیا تھا مگر کسی شخص کو اِس طریق سے فیصلہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ہم آج پھر اسے دُہراتے ہیں۔ کیا کوئی ہے جو اِس منصفانہ طریق پر فیصلہ کرے؟ (خاکسار ابوالعطاء جالندھری۔ ۲۰ر نومبر ۱۹۶۲ء)

گالی اور اظہارِ واقعہ میں فرق

سخت کلامی کی دو قسمیں ہیں۔ اگر اس سے محض دوسرے کی دلآزاری مقصود ہو نیز وہ کلام کذب ہو تو اُسے گالی کہتے ہیں لیکن اگر بوقتِ ضرورت مناسب الفاظ میں کسی حقیقت کا اظہار کیا جائے تو یہ امرِ واقعہ کہلائے گا۔ ہم اس فرق کے متعلق پیشتر ازیں بھی لکھ چکے ہیں۔ انبیاء اور خدا کے برگزیدہ بندے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں تو اگرچہ وہ سبقت نہ کریں لیکن حالات کے ماتحت ان کو مجبوراً لوگوں کی اندرونی و بیرونی امراض کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ وہ ایک ہمدرد طبیب کی طرح روحانی مریضوں کو ان کے مرض سے آگاہ کرتے ہیں۔ ناواقف سمجھتے ہیں کہ ہم کو گالیاں دی جارہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ٹی اور جھوٹی تہذیب کے دلدادہ لوگ سب نبیوں پر قریباً اسی قسم کا الزام لگاتے ہیں۔ ایک دوسری صورت اظہارِ امرِ واقعہ کی وہ ہے جو روزمرہ عدالتوں میں پیش آتی ہے۔ جج ایک مجرم کے خلاف فیصلہ کرتے وقت اس پر فردِ جرم لگانے اور اس کے جرم کا اظہار کرنے پہ مجبور ہے۔ نبی دنیا میں جج ہو کر آتا ہے۔ بشیر اور نذیر ہونا اسی کا ہم معنی ہے۔ اس کا کام ہے کہ دنیا کے لوگوں پر راستی سے عدالت کرے۔ مسیح موعود کے لئے حَکَمٌ عَدْلٌ کا لفظ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اس تقریر سے ظاہر ہے کہ گالی اور امرِ واقعہ میں فرق ہے۔ مرسلین و انبیاء کی "سخت کلامی" دوسری شق میں آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ :-

> "مَیں نے اس (سعد اللہ لدھیانوی) کی بدزبانی پر بہت صبر کیا اور اپنے تئیں روکا کیا لیکن جب وہ حد سے گزر گیا اور اس کے اندرونی گند کا پُل ٹوٹ گیا تب مَیں نے نیک نیتی سے اس کے حق میں وہ الفاظ استعمال کئے جو محل پر چسپاں تھے۔ اگرچہ وہ الفاظ جیسا کہ مذکورہ بالا الفاظ میں مندرج ہیں بظاہر کسی قدر سخت ہیں مگر وہ دشنام دہی کی قسم میں سے نہیں ہیں بلکہ واقعات کے مطابق ہیں اور عین ضرورت کے وقت لکھے گئے ہیں۔ ہر ایک نبی حلیم تھا مگر ان سب کو واقعات کے مطابق ایسے

الفاظ اپنے دشمنوں کی نسبت استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ چنانچہ انجیل میں کس قدر نرم تعلیم کا دعویٰ کیا گیا ہے تاہم انہی انجیلوں میں فقیہوں، فریسیوں، اور یہودیوں کے علماء کی نسبت یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ وہ مکار ہیں، فریبی ہیں، مفسد ہیں، سانپوں کے بچے ہیں، بھیڑئیے ہیں، اور ناپاک طبع، اور خراب اندرون ہیں اور کنجریاں ان سے پہلے بہشت میں جائیں گی۔ ایسا ہی قرآن شریف میں زنیم وغیرہ الفاظ موجود ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جو لفظ محل پر چسپاں ہو وہ دشنام دہی میں داخل نہیں اور کسی نبی نے سخت گوئی میں سبقت نہیں کی بلکہ جس وقت بدطینت کافروں کی بدگوئی انتہاء تک پہنچ گئی تب خدا کے اذن سے یا اس کی وحی سے وہ الفاظ انہوں نے استعمال کئے۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰-۲۱)

معترض پٹیالوی بھی اس فرق سے متفق ہے تب ہی تو اس نے قرآن مجید کی سخت کلامی کو جواباً پیش کرنے پر لکھا ہے:۔

"گویا مرزا صاحب اپنے طرزِ کلام کو خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔"

(عشرہ صفحہ ۱۱۱)

جس سے ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک خدا تعالےٰ کا ایسے الفاظ مثل شَرُّ الْبَرِيَّةِ اور أُولٰٓئِكَ كَالْأَنْعَامِ فرمانا گالی نہیں بلکہ اظہارِ واقعہ کے طور پر ہے۔ فاندفع الاشکال۔

محدثین کی شہادت

میں اُوپر لکھ چکا ہوں کہ نبیوں کا اپنے منکرین اور مکذبین کے امراضِ روحانی کا اظہار کرنا گالی نہیں۔ بلکہ ان کا فیصلہ اور حقیقت کا بیان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی تائید کے لئے محدثین کی ایک نظیر پیش کرتا ہوں کسی مسلمان کے عیب کا غائبانہ ذکر کرنا غیبت ہے مگر جناب عفان کہتے ہیں:۔

"كُنَّا عِنْدَ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عُلَيَّةَ فَحَدَّثَ رَجُلٌ عَنْ رَجُلٍ فَقُلْتُ اِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِثَبْتٍ قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ اغْتَبْتَهُ فَقَالَ اِسْمٰعِيْلُ مَا اغْتَابَهُ وَلٰكِنَّهُ حَكَمَ اَنَّهُ لَيْسَ بِثَبْتٍ - (مسلم شریف جلد اوّل مطبوعہ مصر ص۱۶)

کہ ہم امام اسمٰعیل بن علیہ کے پاس تھے، ایک آدمی نے کسی سے روایت بیان کی - میں نے کہہ دیا کہ یہ راوی تو ثقہ نہیں - اُس آدمی نے کہا کہ تو نے اس کی غیبت کی ہے - امام صاحب نے فرمایا نہیں اس نے اُس کی غیبت نہیں کی بلکہ اِس نے تو حُکم لگایا ہے کہ وہ شخص قابلِ اعتبار نہیں"

ناظرین کرام! گویا حُکم لگانے اور غیبت میں فرق ہے - مَیں کہتا ہوں اسی طرح انبیاء و ماموریں کی ضرورت کے وقت کی سختی اظہارِ امر واقعہ ہوتی ہے گالی نہیں ہوتی

علماء کی حالت اور حدیث نبویؐ

ان دو اصولی جوابات کے بعد کہ حضرتؑ نے جو کچھ تحریر فرمایا مدافعت کے رنگ میں تحریر فرمایا اور عین ضرورت کے وقت موقع پر چسپاں ہونے والے الفاظ میں بیان فرمایا - ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جن علماء کی خاطر معترض پٹیالوی جیں بجبیں ہوتے ہیں ان کے متعلق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے - فرمایا اُمتِ محمّدیہ پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ عُلَمَاءُ هُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ (مشکوٰۃ کتاب العلم) جب ان کے علماء بدترین مخلوق ہوں گے - ظاہر ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا پورا ہونا ضروری ہے - اور اس وصف والے علماء وہی ہو سکتے ہیں جو مسیح موعود کے مخالف ہوں گے - کیونکہ وہی وقت ہے جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا فقط نقش باقی رہ جانا مقدر ہے - ہمارے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود مبعوث ہو چکے ہیں اسلیئے ان کے مخالف علماء، انہیں گالیاں دینے والے علماء اس حدیث کا واقعی مصداق ہیں - ان کے متعلق رسول پاکؐ کے الفاظ

یہ ہیں کہ آسمان کے نیچے جس قدر مخلوق ہے وہ اس سے بدتر ہیں، گویا ہر چیز سے بدتر ہیں۔ اِس حدیث کو مدِ نظر رکھ کر با آسانی سمجھ آسکتا ہے کہ ان علماء سُوء کے حق میں مسیح وقت نے جو کچھ فرمایا ہے وہ درحقیقت رسول کریمؐ کے ارشاد کی نرم سی تفسیر ہے معترض صاحب کے نزدیک اگر یہ اظہارِ واقعہ گالیاں ہیں تو پھر وہ اِس حدیث کا کیا نام رکھیں گے؟

ہاں علماء کی حالتِ زبوں کے متعلق ہمارا ہی یہ عقیدہ نہیں بلکہ مخالف موافق سب کا یہی یقین ہے۔ چند حوالجات گزر چکے ہیں بعض یہ ہیں:۔

(۱) "اگر نمونہ یہود خواہی کہ بینی علماء سُوء کہ طالبِ دنیا باشند۔" (الفوز الکبیر صفحہ)

(۲) "افسوس ہے اُن مولویوں پر جن کو ہم ہادی، رہبر، ورثۃ الانبیاء سمجھتے ہیں ان میں یہ نفسانیت، یہ شیطنت بھری ہوئی ہے تو پھر شیطان کو کس لئے بُرا بھلا کہنا چاہیئے۔" (اہلحدیث ۱۷ر نومبر ۱۹۱۱ء)

(۳) "آجکل کے تھرڈ کلاس کے مولوی جو ذرہ ذرہ بات پر عدم جواز اقتداء کا فتویٰ دیدیا کرتے ہیں سوان کی بابت بہت عرصہ ہوا فیصلہ ہو چکا ہے ؎

هَلْ اَفْسَدَ النَّاسَ اِلَّا الْمُلُوْكُ   وَعُلَمَاءُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

(اہلحدیث ۷ر جون ۱۹۱۲ء)

(۴) "اس زمانہ میں اکثر واعظینِ اہلحدیث مقلدین میں جاکر اپنی طمع و لالچ کی غرض سے حسبِ منشاءِ عوام الناس وعظ گوئی کرتے ہیں۔" (اہلحدیث ۲۴ر مئی ۱۹۱۲ء)

(۵) ؎

"مولوی اب طالبِ دنیا ہے جیفہ ہو گئے   ۞   وارثِ علمِ پیمبر کا پتہ لگتا نہیں"

(اہلحدیث ۳۱ر مئی ۱۹۱۲ء)

(۶) "علماء اِس اُمت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہیں سے فتنے نکلتے ہیں انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

ایسے بیانات صاف بتاتے ہیں کہ علماء کی حالت یقیناً متذکرہ صدر حدیث کی مصداق ہو چکی ہے۔ صاحبِ انصاف غور کریں کہ ایسے علماء کے پوست کندہ حالات کو ظاہر

کرنے کے لئے اگر مصلح دوران ضرورت کے وقت بعض الفاظ استعمال کرے تو کیا وہ قابلِ اعتراض ہوگا؟ ہرگز نہیں۔

سخت الفاظ کے مخاطب صرف علماءِ سُوء ہیں

مندرجہ بالا تصریحات کے بعد اگرچہ مزید توضیح کی ضرورت نہیں لیکن ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے چند اقتباس پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ حضرتؑ تحریر فرماتے ہیں :۔

(۱) "ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں، انصارِ دین کے دشمن اور یہودیوں کے قدموں پر چل رہے ہیں۔ مگر ہمارا یہ قول کلی نہیں ہے۔ راستباز علماء اس سے باہر ہیں۔ صرف خائن مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو دعا کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ جلد اسلام کو ان خائن مولویوں کے وجود سے رہائی بخشے۔ کیونکہ اسلام پر اب نازک وقت ہے اور یہ نادان دوست اسلام پر ٹھٹھا اور ہنسی کرانا چاہتے ہیں۔" (اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۴ء بعنوان قیامت کی نشانی صہ ملحقہ آئینہ کمالاتِ اسلام)

(۲) "نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هَتْكِ الْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَ قَدْحِ الشُّرَفَاءِ الْمُهَذَّبِيْنَ سَوَاءٌ كَانُوْا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَوِ الْمَسِيْحِيِّيْنَ اَوِ الْاٰرِيَةِ۔"

ترجمہ۔ ہم صالح علماء کی ہتک اور شرفاء کی توہین سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں خواہ ایسے لوگ مسلمان ہوں یا عیسائی یا آریہ۔" (لجۃ النور صہ ۹)

(۳) علماء کے ذکر پر فرمایا :۔

"لَيْسَ كَلَامُنَا هٰذَا فِيْ اَخْيَارِهِمْ بَلْ فِيْ اَشْرَارِهِمْ" (الہدیٰ صہ ۱)

یعنی ہمارا یہ کلام شریر علماء کے متعلق ہے نیک علماء مستثنیٰ ہیں۔"

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان سخت الفاظ کے مخاطب محض علماءِ سُوء ہیں و بس۔

معترض پٹیالوی کی گالیوں پر ایک نظر

اس ضمن میں معترض نے بلا حوالہ بعض

الفاظ نقل کر کے ان کا شکوہ کیا ہے۔ اس اعتراض کا عام جواب ہم لکھ چکے ہیں معترض کا یہ کہنا کہ "مولوی ثناء اللہ امرتسری کو زبانی گالیاں دیں" یہ سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ محمد صدیق اور محمد ابراہیم امرتسری ثناء اللہ کے "چار آنہ والے گواہ" ہیں۔ جن کی بات بجوئے نیرزد کی حیثیت رکھتی ہے۔

مولوی عبدالحق غزنوی کی بدزبانی جب حد سے بڑھ گئی تھی تب حضرتؑ نے بطور امر واقعہ اسے مکذب علماء کے سردار کے طور پر رئیس الدجالین لکھا ہے معترض نے سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق "کانا دجال" کے حوالہ سے جو نظم درج کی ہے اس کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی تحریر کا حوالہ نہیں دیا۔ "کانا دجال" تو ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کی تصنیف ہے جس میں علاوہ ازیں اور بھی غلط بیانیاں ہیں۔ یوں سعد اللہ کے متعلق حضرتؑ کی کتب میں جو بعض سخت الفاظ نظر آتے ہیں ان کے ذکر پر حضرتؑ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ:۔

> "سعد اللہ کی نسبت میری کتابوں میں بعض سخت لفظ پاؤ گے اور تعجب کرو گے کہ اس قدر سختی اس کی نسبت کیوں اختیار کی گئی مگر یہ تعجب اسوقت فی الفور دُور ہو جاویگا جب اس کی گندی نظم[1] اور نثر کو دیکھو گے۔ وہ بدقسمت اس قدر گندہ زبانی اور دشنام دہی میں بڑھ گیا تھا کہ مجھے ہرگز امید نہیں کہ ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بدزبانی کی ہو بلکہ مَیں یقیناً کہتا ہوں کہ جس قدر خدا کے نبی دنیا میں آتے ہیں ان سب کے مقابل پر کوئی ایسا گندہ زبان دشمن ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ سعد اللہ تھا الخ"
>
> (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰)

سعد اللہ مذکور کی بدزبانیوں سے ہر شریف نالاں تھا۔ ان دنوں ڈاکٹر علامہ اقبال سکاچ مشن سکول سیالکوٹ میں پڑھتے تھے۔ آپ نے اسی زمانہ میں سعد اللہ کو مخاطب کر کے ایک برجستہ نظم کہی تھی جو اس طرح شروع ہوتی ہے ؎

---

[1] اس کی گندی نظم کے نمونہ کے لیئے مولوی ثناء اللہ کا رسالہ "الہامات مرزا" صفحہ ۲۲ تا ۳۰ ملاحظہ ہو۔ (مؤلف)

واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی | خوب ہوگی مہتروں میں قدردانی آپ کی
بیت ساری آپ کی بیت الخلاء سے کم نہیں | ہے پسندِ خاکروباں شعر خوانی آپ کی

ساری نظم کے لئے ملاحظہ ہو (آئینہ حق نما صفحہ)

الغرض سعد اللہ اور اس کی قماش کے بعض دوسرے بدزبان جن کے حق میں حضرتؑ نے بعض سخت الفاظ لکھے ہیں وہ اس کے مستحق تھے۔ ایسے ہی موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایسے حلیم الطبع بزرگ نے ایک کافر کو کہہ دیا تھا "اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ" کہ جالات کی شرمگاہ چوستا رہ (زاد المعاد صفحہ ۲۷ جلد اوّل) اب کیا حضرت ابو بکرؓ بداخلاق تھے؟ ہرگز نہیں۔ پس پٹیالوی صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔

آنحضرتؐ کا خُلقِ عظیم اور مخالفین پر بددُعا

خُلقِ عظیم کے ماتحت ضروری ہے کہ ہر استعداد کو اُس کے موقع پر ظاہر کیا جائے۔ صاحبِ خُلقِ عظیمؐ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کہ ان کفار و منافقین پر سختی کر۔ پھر آپؐ کے مُنہ سے کہلوایا وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ۔ (القلم ع) معلوم ہُوا کہ ایسے الفاظ کہنا خُلقِ عظیم کے منافی نہیں۔ کیونکہ خُلقِ عظیم غیرت جیسی اعلیٰ صفت کو تباہ کر دینے کا نام نہیں۔ پھر باموقع بددُعا کرنا بھی خُلقِ عظیم کے منافی نہیں۔ حضرت نوحؑ نے بددُعا کی۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ اے خدا! زمین پر کسی کافر کو بھی نہ چھوڑ۔ دوسرے انبیاء بھی بددُعائیں کرتے رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بددعائیں کی ہیں۔ رعل و ذکوان قبیلوں کے خلاف حضورؐ عرصہ تک روزانہ بددُعا فرماتے رہے۔ لکھا ہے:۔

"دَعَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِي صَلٰوةِ الْغَدَاةِ۔"

(بخاری کتاب المغازی جلد ۲ صفحہ)

کہ حضور مہینہ بھر ان کے خلاف صبح کی نماز میں بددعا کرتے رہے۔

یہ تمام حقائق ہیں جن کا انکار ناممکن محض ہے۔ مگر منشی محمد یعقوب لکھتے ہیں :-

"سخت سے سخت موقع پر بھی کسی کے لئے بدعا نہیں فرماتے تھے"۔ (عشرہ صـ۱۲۲)

فقرہ ہفتم ۔ ایفائے عہد اور حصول زر

اس عنوان کے ماتحت معترض نے براہین احمدیہ کی عدم تکمیل اور اس کی قیمت کے روپوں کا ذکر کیا ہے۔ معمولی سی بات کو بہت طول دیا ہے۔ براہین احمدیہ کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے اس صورت میں مکمل نہ ہوسکنے کو خلاف وعدہ نہیں کہا کرتے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس کتاب کو شروع فرمایا اُس وقت حضورؑ مامور نہ تھے اور حضورؑ کا ارادہ اس کے متعلق یہی تھا :-

"کہ صداقتِ اسلام پر ایک کتاب لکھی جائے گی جس میں تین سو دلائل حقانیتِ اسلام پر ہوں گے۔ اور یہ کتاب ایک اشتہار، ایک مقدمہ اور چار فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے"۔ (عشرہ صـ۱۲۳)

لیکن بعد میں حضورؑ منجانب اللہ مامور ہوگئے اسلیئے حضورؑ نے براہین احمدیہ حصّہ چہارم کے آخری صفحہ پر بعنوان "ہم اور ہماری کتاب" صاف لکھ دیا :-

"ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اُس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی پھر بعد اس کے قدرتِ الٰہیہ کی ناگہانی تجلّی نے اس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اس کو

پہنچانے کا ارادہ ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوارِ حقیّتِ اسلام کے ظاہر کئے ہیں یہ بھی اتمامِ حجّت کے لئے کافی ہیں۔" (براہین حصہ چہارم ٹائیٹل آخری)

گویا اب حالات بدل گئے اور مشیتِ ایزدی نے حضرتؑ کے ارادہ کو دوسری طرف پھیر دیا۔ اسی موقع کے لیئے حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کا یہ مقولہ ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ کہ بختہ ارادوں کے فسخ ہو جانے سے ہی میں نے اپنے رب کو شناخت کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج پر تشریف لے جاتے ہیں اور اپنے ہمراہ قربانیاں بھی لے جاتے ہیں۔ عمرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

"لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَیْتُ۔"

(مشکوٰۃ کتاب الحج)

کہ اگر مجھے اس معاملہ کی پہلے خبر ہوتی تو میں قربانی نہ لاتا۔"

گویا حالات کے بدلنے سے پروگرام بدل جایا کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات بدل گئے اسلیئے براہین احمدیہ بھی اس صورت میں مکمل نہ ہو سکی جس طرح حضورؑ پہلے ارادہ رکھتے تھے۔ آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ شاہد ہے کہ انبیاء کرام کے بہت سے ارادے ظاہری طور پر پورے نہیں ہوا کرتے۔ اس کا نام خلافِ وعدہ رکھنا غلطی ہے۔

تین سَو دلائل کے متعلق حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"میں نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ اثباتِ حقیّتِ اسلام کے لئے تین سو دلائل براہین احمدیہ میں لکھوں لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہو کہ یہ دو قسم کے دلائل (علمی تعلیمات اور زندہ معجزات۔ ناقل) ہزارہا نشانوں کے قائم مقام ہیں۔ پس خدا نے میرے دل کو اس ارادہ سے پھیر دیا اور مذکورہ بالا دلائل کے لکھنے کے لئے مجھے شرح صدر عنایت کیا۔"

(دیباچہ براہین پنجم صٓ)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقانیتِ اسلام کے متعلق بلحاظ اعلیٰ و اکمل تعلیمات اور زندہ معجزات قریباً اسّی کتب تصنیف فرمائی ہیں اور ان تمام دلائل کو بالتفصیل ذکر فرمایا ہے۔ گویا وہ ارادہ اس رنگ میں پورا ہو گیا۔

افسوس کہ یہ لوگ جو قرآن محکم کی آیات میں بھی نسخ کے قائل ہیں اور مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک حکم دیکر پھر اس کو بدل دیا۔ تورات، زبور اور انجیل خدا کا کلام تھیں مگر قرآن مجید کے ذریعہ ان سب کو منسوخ کر دیا گیا۔ اتنی سی بات پر معترض ہوئے ہیں کہ حضرت اقدسؑ نے براہین احمدیہ کی تکمیل کے متعلق جو ارادہ ظاہر فرمایا تھا اسی طرح کیوں نہ ہوا۔ افسوس!

روایات میں لکھا ہے کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کل آؤ میں تم کو خبر دوں گا لیکن دس پندرہ دن گزر گئے اور اس بارہ میں آپ پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی جس سے قریش نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو خلافِ وعدہ کا الزام دیا اور یہ بات آپ پر بہت شاق گزری۔ تمام مفسرین اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعدہ کے وقت انشاء اللہ نہ کہا تھا اسلئے ایسا ہو گیا۔ ہم اس واقعہ کی صحت کے متعلق اس جگہ بحث کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن سب غیر احمدی علماء اسکو درست مانتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر کمالین کے الفاظ ہیں:۔

"عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لِقُرَيْشٍ اِسْئَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ وَعَنْ اَصْحَابِ الْكَهْفِ وَذِى الْقَرْنَيْنِ فَسَأَلُوْهُ فَقَالَ ائْتُوْنِى غَدًا اُخْبِرْكُمْ وَلَمْ يَسْتَثْنِ فَاَبْطَأَ عَنْهُ الْوَحْىُ بِضْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا حَتّٰى شَقَّ عَلَيْهِ وَكَذَّبَتْهُ قُرَيْشٌ۔" (برحاشیہ جلالین مجتبائی ص۲۴۲)

کیا معترض پٹیالوی اور اس کے ہمنوا کہیں گے کہ (نعوذ باللہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافِ وعدہ کیا؟ اگر یہ خلافِ وعدہ نہیں اور یقیناً نہیں کیونکہ اس کا سرانجام پانا اللہ کی مشیت پر موقوف تھا تو پھر براہین احمدیہ کی تکمیل کا ارادہ ظاہر کرنے میں حضرت اقدسؑ پر خلافِ وعدہ کرنے کا الزام کیونکر عائد ہو سکتا ہے؟

حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کرتے ہیں کہ میں رات کو ضرور آؤں گا لیکن رات گزر جاتی ہے اور وہ نہیں آتے۔ پھر جب دوسرے وقت آئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"لَقَدْ كُنْتَ وَعَدْتَنِيْ اَنْ تَلْقَانِيَ الْبَارِحَةَ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ" (مشکوٰۃ باب التصاویر صفحہ ۳۸۵)

کہ آپ نے گزشتہ رات آنے کا وعدہ کیا تھا مگر نہ آئے؟ اس نے کہا وعدہ تو ٹھیک کیا تھا لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوا کرتے جہاں کتا یا صورت (بت وغیرہ) ہو۔"

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ کیا یہ کہنا درست ہے کہ جبریلؑ نے خلاف وعدہ کیا؟ ہرگز نہیں، کیونکہ ایک نئی صورتِ حالات پیدا ہو گئی تھی۔ اسی طرح حضرت اقدسؑ پر بھی براہین احمدیہ کے متعلق اعتراض کرنا بددیانتی ہے بالخصوص جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرما دیا ہے:۔

"ہم اپنے گزشتہ اشتہار میں لکھ چکے ہیں اور اب بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اب یہ سلسلہ تالیفِ کتاب بوجہ الہاماتِ الٰہیہ دوسرا رنگ پکڑ گیا ہے اور اب ہماری طرف سے کوئی ایسی شرط نہیں کہ کتاب تین سو جزو تک ضرور پہنچے بلکہ جس طور سے خدا تعالیٰ مناسب سمجھے گا کم یا زیادہ بغیر لحاظ پہلی شرائط کے اس کو انجام دے گا کہ یہ سب کام اسی کے ہاتھ میں اور اسی کے امر سے ہے۔" (اشتہار واجب الاظہار ستمبر ۱۸۸۶ء)

براہین احمدیہ کا صرف کچھ حصہ شائع ہونے اور اس کا زیادہ تر حصہ شائع نہ ہو سکنے کی نسبت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک پرانا رؤیا خود براہین ہی میں شائع ہوا اور شائع بھی اس کے تیسرے حصہ میں ۱۸۸۲ء میں ہوا تھا جس کے بعد چوتھا حصہ ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا۔ اس رؤیا سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کا صرف کچھ حصہ شائع ہوگا اور بیشتر حصہ اس کتاب کی صورت

میں شائع نہیں ہوگا بلکہ وہ کسی اَور صورت میں اور کسی اَور وقت میں شائع ہوگا۔ وہ رؤیا یہ ہے۔ حضرتؑ تحریر فرماتے ہیں :-

"اِس احقر نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء عیسوی میں یعنی اسی زمانہ کے قریب جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصّہ میں ہنوز تحصیلِ علم میں مشغول تھا جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اُس وقت اِس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اِس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے؟ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام مَیں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کے تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے جس کے کامل استحکام کو پیش کرکے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے غرض آنحضرتؐ نے وہ کتاب مجھ سے لے لی اور جب وہ کتاب حضرتِ مقدس نبویؐ کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت صلعم نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجنابؐ کا ہاتھ مرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مُردہ[1] کہ جو دروازے سے باہر پڑا تھا۔ آنحضرت کے معجزے سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آکھڑا ہوا۔[2]

---

[1] یہ مُردہ دینِ اسلام ہے جیسا کہ اِس خواب کے آخر میں حضورؑ فرماتے ہیں جو دینِ اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی" (مؤلف) [2] آپؑ کے پیچھے آکھڑا ہونے سے مراد آپؑ کا اسلام کی حمایت میں دشمنانِ اسلام کے مقابل پر مستعد کمربستہ ہونا اور آپؑ کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کا اسلام کی حمایت کروانا ہے۔ (مؤلف)

اور یہ عاجز آنحضرتؐ کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور آنحضرتؐ بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاشؔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں اور وہ ایک قاش میں نے اُس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہو گئی۔ اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دینِ اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارۃ تھی۔ تب اسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی والحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ وہ خواب ہے کہ تقریباً دو سو آدمی کو انہیں دنوں میں سنائی گئی تھی جن میں سے پچاس یا کم و بیش ہندو بھی ہیں کہ جو اکثر اُن میں سے ابھی تک صحیح و سلامت ہیں۔ اور وہ تمام لوگ خوب جانتے ہیں کہ اُس زمانہ میں براہین احمدیہ کی تالیف کا ابھی نام و نشان نہ تھا اور نہ یہ مرکوزِ خاطر تھا کہ کوئی دینی کتاب بنا کر اس کے استحکام اور سچائی ظاہر کرنے کے لئے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اب وہ باتیں جن پر

ؔ براہین کا شائع شدہ حصہ اس کتاب میں سے گویا ایک قاش ہی ہے اور باقی قاشیں آپ کے دامن میں ڈالی جانے کے معنے اور اور حصص تو الہی اور دوسری تصانیف کے ذریعہ سے ان کا آپ کے ہاتھ سے اور آپ کے جانشینوں کے ہاتھ سے اس کا شائع ہونا ہے۔ (مؤلف)

خواب دلالت کرتی ہے کسی قدر پوری ہو گئیں اور جس قطبیت کے اسم سے اس وقت کی خواب میں کتاب کو موسوم کیا گیا تھا اسی قطبیت کو اب مخالفوں کے مقابلہ پر بوعدہ انعام کثیر پیش کر کے حجّت اسلام اُن پر پوری کی گئی ہے۔ اور جس قدر اجزا [1] اس خواب کے ابھی تک ظہور میں نہیں آئے اُن کے ظہور کا سب کو منتظر رہنا چاہیئے کہ آسمانی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں" (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۴۳ لغایت صفحہ ۲۴۵ حاشیہ در حاشیہ ملا)

براہین کی پیشگی رقوم کی واپسی

اب سوال صرف پیشگی رقوم کا رہ جاتا ہے۔ یعنی جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں ان کا روپیہ کیوں واپس نہ کیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خریداروں کے لئے دو [2] مرتبہ سے زائد اشتہار دیا کہ جو جو لوگ اپنی قیمتیں واپس لینا چاہتے ہیں وہ وصول شدہ کتاب واپس بھیج کر قیمت منگوالیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ؑ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"چار حصّے اس کتاب کے جو طبع ہو چکے تھے کچھ تو مختلف قیمتوں پر فروخت کئے گئے تھے اور کچھ مفت تقسیم کئے گئے تھے۔ پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں اکثر نے گالیاں بھی دیں اور اپنی قیمت بھی واپس لی۔"

(دیباچہ براہین پنجم صفحہ)

معترض پٹیالوی نے بھی حضرت ؑ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

"اکثر براہین کا حصّہ مفت تقسیم ہوا ہے اور بعض سے پانچ روپیہ

---

[1] الحمد للہ کہ اس خواب کے باقی اجزاء بھی لفظاً لفظاً پورے ہو کر لوگوں کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئے۔

[2] اسلئے کہ بعض لوگ تو احمدی بھی ہو گئے تھے جو اپنا مال و جان حضور ؑ کے اشارہ پر قربان کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ (مؤلف)

اور بعض سے آٹھ آنہ تک قیمت لی گئی ہے۔ اور ایسے لوگ بہت کم ہیں
جن سے دس روپے لیئے گئے۔ اور جن سے پچیس روپے لیئے گئے ہوں
وہ تو صرف چند ہی انسان ہیں۔" (عشرہ ص۱۳۵ بحوالہ ایام الصلح)

بس اب جہاں تک قیمت کا سوال ہے وہ بھی قابلِ اعتراض نہیں۔ جن لوگوں نے قیمتیں دیں ان میں سے حضرت کے دعویٰ ماموریت کے بعد بعض حضور کے مرید ہو گئے جن کا سارا مال حضور پر نثار تھا اور بعض مخالف، سو انہوں نے اپنی قیمتیں بھی واپس لیں اور گالیاں بھی دیں۔ ممکن ہے کوئی شخص ایسا بھی ہو جو حضور کا مرید نہ ہو لیکن اپنا روپیہ بھی واپس نہ لینا چاہے۔ بہرحال قیمت کی عدم ادائیگی یا واپسی کے متعلق سوال سراسر باطل ہے اور اس سے زیادہ حماقت یہ ہے کہ معترض لکھتا ہے کہ:۔

"کُل شائع شدہ اور فروخت شدہ کتابوں کی تعداد اور کُل وصول شدہ رقم کی فہرست شائع کرتے اور اس کے ساتھ تفصیل دیتے کہ کس قدر کتابیں مفت گئیں اور کس قدر ۸ر قیمت پر، کتنے لوگوں نے کتابیں واپس کر کے قیمت واپس لی۔ اور کتنے لوگوں کا کتنا روپیہ امانتاً باقی رہ گیا اور وہ کس مصرف میں آیا۔" (عشرہ ص۱۳۶)

گویا حضرت مرزا صاحب آپ کے ملازم تھے۔ بندۂ خدا! نہ تم کتاب لینے والوں میں اور نہ قیمت دینے والوں میں۔ جن کی قیمتیں تھیں وہ واپس لے چکے یا حضور کے ہاتھ پر بیعت کر چکے۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے عام اعلان ہے کہ اگر کسی نے حضور علیہ السلام کو براہین کی پیشگی قیمت دی تھی تو وہ اپنا ثبوت دے کر، کتاب واپس کر کے آج بھی قیمت واپس لے سکتا ہے۔ لیکن اب صرف مصنف عشرہ کی قماش کے لوگ ہیں جو بلا سوچے سمجھے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی مانتے ہیں کہ حضور نے قیمت واپس لینے والوں کے لیئے دو تین مرتبہ اشتہار دیا (عشرہ ص۱۳۵)
حضور نے اپنے اشتہار زیر عنوان "براہین احمدیہ اور اس کے خریدار"

میں صاف طور پر لکھا ہے :۔

" ایسے لوگ جو آئندہ کسی وقت جلد یا دیر سے اپنے روپیہ کو یاد کرکے اس عاجز کی نسبت کچھ شکوہ کرنے کو تیار ہیں یا ان کے دل میں بھی بدظنی پیدا ہو سکتی ہے وہ براہِ مہربانی اپنے ارادہ سے مجھ کو بذریعہ خط مطلع فرما دیں اور میں اُن کا روپیہ واپس کرنے کے لیئے یہ انتظام کروں گا کہ ایسے شہر میں یا اس کے قریب اپنے دوستوں میں سے کسی کو مقرر کر دوں گا کہ تا چاروں حصّے کتاب کے لے کر روپیہ ان کے حوالے کرے ۔ اور میں ایسے صاحبوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور دشنام دہی کو بھی محض ﷲ بخشتا ہوں ۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی میرے لیئے قیامت میں پکڑا جائے ۔ اور اگر ایسی صورت ہو کہ خریدار کتاب فوت ہو گیا ہو اور وارثوں کو کتاب بھی نہ ملتی ہو تو چاہیئے کہ وارث چار معتبر مسلمانوں کی تصدیق خط میں لکھوا کر کہ اصلی وارث وہی ہے وہ خط میری طرف بھیج دے تو بعد اطمینان وہ روپیہ بھی بھیج دیا جائے گا ۔"

(تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۳۵)

جماعت احمدیہ کا روپیہ ' ان کے چندے سے جو سراج منیر اور بعض دوسری کتابوں وغیرہ کے لیئے ہوتے اُن کا حساب معترض بٹیالوی سے کیا تعلق رکھتا ہے اس پر اُسے معترض ہونے کا کیا حق ہے ؟ افرادِ جماعت احمدیہ اپنے مقدس ہادی اور پاک امام کی راہ میں مال کیا جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتے ۔ چنانچہ سرزمین کابل شاہد ہے کہ حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف رضی اللہ عنہ ، حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب شہیدؓ ، حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہیدؓ اور دیگر شہداء نے اپنے خون سے اس کی تصدیق کر دی ہے ۔ احمدیوں نے اپنے آقا کے حکم پر مال دیئے ، اور

لاکھوں تک دیئے، اور دیتے ہیں۔ تا تبلیغِ دین ہو، اشاعتِ سلسلہ ہو۔ اور مہمانوں کی مہمان نوازی کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ اس پر تمہیں اعتراض کیوں ہے؟

بالآخر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ دنیا کے اکثر لوگ جو تاریکی میں پیدا ہوتے اور اسی میں مر جاتے ہیں خدا کے نبیوں پر مالی معاملات میں بھی زبانِ طعن دراز کیا کرتے ہیں۔ رسولِ مقبولؐ کو بھی غنیمتوں کی تقسیم میں مطعون کیا گیا۔ غیر تو غیر ایک نوجوان انصاری نے بھی ناسمجھی سے کہہ دیا تھا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَدَعُنَا کہ اللہ تعالےٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف فرمائے آپ قریش کو اموال دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔" (بخاری باب الخمس)

پس معترض پٹیالوی کا یہ اعتراض بھی کوئی نیا نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ مخالفینِ حق کا نہایت کمینہ ہتھیار ہے مگر آخر حق کی ہی فتح ہوتی ہے، ہوتی رہی ہے اور آئندہ بھی ہوگی۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی نظمیں

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ قبلہ احمدیت کی حلقہ بگوشی سے پہلے سلسلہ کے سخت مخالف تھے۔ چونکہ شاعر تھے اسلئے انہوں نے احمدیت اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف چند نظمیں بھی لکھی تھیں۔ جو ان دنوں مخالف اخبارات میں شائع ہوئیں۔ معترض پٹیالوی نے اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر ان نظموں کو "مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب دہلوی کے چند اشعار" لکھ کر درج کیا ہے۔ حالانکہ دورانِ مخالفت کی باتوں کو ان کے ایمان لانے اور بیعت کرنے نے خود بخود باطل کر دیا تھا۔ اور انصاف کا تقاضا تھا کہ ان غلط باتوں کی پھر اشاعت نہ کی جاتی۔ بالخصوص جبکہ حضرت میر صاحب مرحومؓ نے ان تمام باتوں کی تردید میں اشتہار بھی شائع کر دیا تھا جو درج

ذیل ہے :-

"اعلان"

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ

چونکہ یہ عاجز عرصہ تین سال سے عزیزم مرزا غلام احمد صاحب پر بدگمان تھا لہذا وقتاً فوقتاً نفس و شیطان نے خدا جانے کیا کیا ان کے حق میں مجھ سے کہلوایا جس پر آج مجھ کو افسوس ہے - اگرچہ اِس عرصہ میں کئی بار میرے دل نے مجھے شرمندہ بھی کیا لیکن اس کے اظہار کا یہ وقت مقدر تھا - باعث اِس تحریر کا یہ ہے کہ ایک شخص نے میرزا صاحب کو خط لکھا کہ میں تم سے موافقت کیونکر کروں، تمہارے رشتہ دار (یعنی یہ عاجز) تم سے برگشتہ و بدگمان ہیں - اِس کو سُنکر مجھے سخت ندامت ہوئی، اور ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں اپنے گناہوں کے علاوہ دوسروں کے نہ ماننے کے وبال میں نہ پکڑا جاؤں - لہذا یہ اشتہار دے کر میں بری الذمہ ہوتا ہوں - میں نے جو کچھ مرزا صاحب کو فقط اپنی غلط فہمیوں کے سبب سے کہا، نہایت بُرا کیا، اب میں توبہ کرتا ہوں اور اس توبہ کا اعلان اسلیئے دیتا ہوں کہ میری پیروی کے سبب سے کوئی وبال میں نہ پڑے - اب سب لوگ جان لیں کہ مجھے کسی طرح کی بدگمانی میرزا صاحب پر نہیں - وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ - اِس کے بعد اگر کوئی شخص میری کسی تحریر یا تقریر کو چھپواوے اور اس سے فائدہ اُٹھانا چاہے تو مَیں عنداللہ بری ہوں - اور اگر کبھی مَیں نے میرزا صاحب کی شکایت کی یا کسی دوست سے آپ کی نسبت کچھ کہا ہو تو اس سے

اللہ تعالیٰ کی جناب میں معافی مانگتا ہوں۔

المعلن

میر ناصر نواب نقشہ نویس دہلی " (تبلیغ رسالت جلد اصک)

اس اعلان کے بعد ان نظموں کو شائع کر کے دھوکا دینا پرلے درجہ کی کمینگی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول پاکؐ کے خلاف کس قدر زور لگایا حتیٰ کہ تلوار لیکر آپؐ کے قتل کے لیئے چل کھڑے ہوئے، مگر جب وہ تائب ہو گئے سب گناہ دُھل گئے۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ (یوسف ع) میں حضرت یوسفؑ کو چور کہا لیکن جب توبہ کی تو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ سے مخاطب ہوئے

حضرت میر صاحب موصوفؓ کی ان نظموں کو محض حضورؑ کے رشتہ دار ہونے کے باعث حجت ٹھہرانا اس وقت بھی غلط تھا۔ حضرت نوحؑ کی بیوی، حضرت لوطؑ کی بیوی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کے حالات پر غور کرو اور پھر بتاؤ کہ کیا یہ کہنا درست ہے کہ یہ لوگ گھر کے بھیدی تھے اسلیئے ایمان نہ لائے؟ لیکن حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ نے جب خود سابقہ خیالات کی تردید کر دی ہے اور توبہ کر لی اور حضرت مرزا صاحب علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور پورے اخلاص و فدائیت سے زندگی گزاری تو کیا پھر بھی ان کے سابقہ اشعار کو بیان کرنا بددیانتی نہیں ہے؟

کفارِ عرب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہی عذر پیش کیا کرتے تھے کہ آپ کے رشتہ دار جو آپ سے زیادہ واقف ہیں وہ ایمان نہیں لاتے۔ لکھا ہے:-

"وَیَقُوْلُ (صلی اللہ علیہ وسلم) یَا اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا وَ تَمْلِكُوْا بِهَا الْعَرَبَ وَیَدِیْنُ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ فَاِذَا اٰمَنْتُمْ كُنْتُمْ مُلُوْكًا فِی الْجَنَّةِ وَ اَبُوْ لَهَبٍ وَرَاءَهٗ یَقُوْلُ لَا تُطِیْعُوْهُ فَاِنَّهٗ صَابِئٌ كَذَّابٌ فَیَرُدُّوْنَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَقْبَحَ الرَّدِّ وَ یُؤْذُوْنَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ اُسْرَتُكَ وَ عَشِیْرَتُكَ اَعْلَمُ بِكَ حَیْثُ لَمْ یَتَّبِعُوْكَ وَهُوَ یَدْعُوْهُمْ اِلَی اللّٰهِ وَ یَقُوْلُ

اَللّٰھُمَّ لَوْ شِئْتَ لَمْ یَکُوْنُوْا ھٰکَذَا ۔ (زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۔۔)

ترجمہ۔ آنحضرتؐ قبائل کے پاس جا کر کہتے کہ کلمۂ توحید پر ایمان لاؤ تم کامیاب ہو جاؤ گے اور عرب کے بادشاہ بن جاؤ گے اور عجم بھی تمہارے اطاعت گزار ہو جائیں گے۔ اگر تم ایمان لاؤ گے تو جنّت میں بادشاہ ہو گے! ابولہب (حضورؐ کا چچا) آپؐ کے پیچھے پیچھے یہ کہتا پھرتا تھا کہ اس کی اطاعت نہ کرنا یہ تو بے دین اور کذاب ہے۔ پس قبائل آنحضرتؐ کی دعوت کو بُری طرح رَدّ کر دیتے اور کہتے کہ تیرے خاندان اور قبیلہ کے لوگ چونکہ تجھ سے خوب واقف ہیں، وہ گھر کے بھیدی ہیں اسلئے وہ تیری پیروی نہیں کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر بھی دعوت الی اللہ کرتے رہتے اور کہتے اے خدا! اگر تُو چاہے تو یہ ایسے نہ ہوں۔"

اس تاریخی شہادت سے ظاہر ہے کہ پہلے بھی بعض نادانوں نے یہی اعتراض کیا تھا مگر وہ باطل پر تھے۔ اسی طرح آج کے یہ معترض بھی باطل پر ہیں۔ ابولہب نے توبہ نہ کی اور ان الزامات کی تردید نہ کی۔ لیکن قبلہ میر صاحب احمدیت میں نہایت اخلاص، عقیدت اور جاں سپاری سے داخل ہوئے اور خدماتِ سلسلہ بجا لا کر اُن تمام باتوں کی تلافی فرما دی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ کیا یہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل ہے یا محلِ اعتراض؟ تدبّر!

فقرہ ہشتم "مرزا صاحب کا توکّل علی اللہ"

(۱) معترض پٹیالوی لکھتا ہے:-

"نکاح کے متعلق کس زور شور سے الہام ہیں جن میں شک اور شبہ کو دخل بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان الہامات کے ساتھ خارجی اور دنیاوی تدابیر سے بھی مرزا صاحب بے فکر نہ تھے۔" (عشرہ صفحہ ۱۳۰)

اس کے بعد چند خطوط کا تذکرہ کیا ہے جو حضرتؑ نے مرزا احمد بیگ صاحب وغیرہ

کو لکھے اور اس رشتہ کے لیئے کوشش کی۔ گویا الہامی وعدہ کے بعد کوشش خلافِ توکّل ہے۔

الجواب - الٰہی وعدہ کے باوجود بھی کوشش کرنا توکّل کے مخالف نہیں۔ ہاں اپنی تدبیر اور کوشش کو کارگر اور اصل ذریعۂ کامیابی سمجھنا توکّل کے منافی ہے اسلام کا توکّل یہی ہے کہ تم ساری تدبیروں سے کام لو مگر نتیجہ پھر خدا کے فضل سے سمجھو، نہ اپنی تدبیر سے۔ ورنہ کیا جب نبیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح، کامیابی اور غلبہ کے وعدے مل جاتے ہیں تو وہ تبلیغ بند کر دیتے ہیں یا جنگ کے لیے سامان نہیں کرتے؟ ایک طرف اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح کی بشارت دیتا ہے اور دوسری طرف وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ[1] کا بھی حکم دیتا ہے۔ معلوم ہوا محض کوشش توکّل کے خلاف نہیں بلکہ یہ عین توکّل ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم نے جب کنعان میں مقابلہ سے انکار کیا تو انہیں کہا گیا۔ اُدْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ (مائدہ ع) یعنی تم ان پر داخل ہو جاؤ، مقابلہ کرو، تم ہی غالب رہو گے۔ اللہ پر توکّل کرو، اگر تم مومن ہو معلوم ہوا کہ وعدۂ الٰہی، مومنوں کی کوشش، اور پھر توکّل ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ ان کو ایک دوسرے کے مخالف سمجھنا غلطی ہے۔ پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود ع) کہ ہر جاندار کا رزق مجھ پر ہے۔ تو کیا اب منشی محمد یعقوب کو گداوری وغیرہ کرکے روزی وغیرہ کمانے کی ضرورت نہ ہوگی، اور کیا کام کرنا اس وعدہ کے تحت توکّل کے خلاف ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متذکرہ بالا اعتراض کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:۔

"افسوس کہ یہ لوگ خدا سے نہیں ڈرتے۔ انبار در انباران کے دامن

---

[1] یعنی کفار کے لیئے پوری طاقت اور گھوڑوں کی مضبوطی و مرابطت سے تیاری کرو۔ (انفال ع)

میں جھوٹ کی نجاست ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی پیروی کرتے ہیں۔ عیسائی کہا کرتے تھے کہ اگر آنحضرتؐ کے لئے قرآن شریف میں فتح کی پیشگوئی کی گئی تھی تو آپؐ نے جنگیں کیوں کیں اور دشمنوں کو حیلوں تدبیروں سے قتل کیوں کیا؟ آج اسی قسم کے اعتراض یہ لوگ پیش کر رہے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ احمد بیگ کی لڑکی کے لئے' انکے تالیف قلوب کے لئے' حیلوں سے کیوں کوشش کی گئی اور کیوں احمد بیگ کی طرف ایسے خط لکھے گئے؟ مگر افسوس کہ یہ دونوں یعنی عیسائی اور یہ نئے یہودی یہ نہیں سمجھتے کہ پیشگوئیوں میں جائز کوشش کو حرام نہیں کیا گیا۔ جس شخص کو خدا یہ خبر دے کہ فلاں بیمار اچھا ہو جائے گا اس کو منع نہیں ہے کہ وہ دوا بھی کرے کیونکہ شاید دوا کے ذریعہ سے اچھا ہونا مقدر ہو۔ غرض ایسی کوشش کرنا نہ عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک ممنوع ہے نہ اسلام میں۔" (اعجاز احمدی [۱۱])

(۲) قولہ: "اس رشتہ کے ضمن میں ہی اپنی پہلی بیوی اور دو بیٹوں سے قطع تعلق کی دھمکی دی بلکہ بیٹوں کو عاق کر دیا اور بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی۔" (ملخصاً عشرہ منہ [۱۴۰]۔ منہ [۱۴۱])

الجواب۔ قرآن مجید کا حکم ہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ہود ع) کہ ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تم کو بھی آگ چھوئے گی۔" اسلئے ایسے رشتہ دار جو دینی معاندت پر کمر بستہ ہوں ان سے علیحدگی ضروری ہے۔ باپ کو بیٹے زیادہ پیارے ہوتے ہیں لیکن اگر وہ عاق کر دے یا اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو سمجھنا پڑے گا کہ یقیناً کوئی بڑی بات ہوگی۔ یہی حال اس جگہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرزا سلطان احمد صاحب اور اس کی دونوں والدہ کے "دینی مقابلہ" اور "دینی مخالفت" کے باعث انہیں مشروط طور پر سزا دینے کا اعلان کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا سلطان احمد

صاحب کو بالآخر توبہ کی توفیق بخشی اور وہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ بہرحال اُس وقت حضرت نے ان کی حالت کے متعلق اشتہار نصرت دین میں لکھا تھا کہ:-

"میری مخالفت پر کمر باندھی اور قولی اور فعلی طور پر اس مخالفت کو کمال تک پہنچایا اور میرے دینی مخالفوں کو مدد دی اور اسلام کی ہتک بدل وجان منظور رکھی۔ سو چونکہ اس نے دونوں طور کے گناہوں کو اپنے اندر جمع کیا۔ اپنے خدا کا تعلق بھی توڑ دیا اور اپنے باپ کا بھی۔ اور ایسا ہی اُس کی دونوں والدہ نے کیا۔ سو جبکہ انہوں نے کوئی تعلق مجھ سے باقی نہ رکھا اسلئے مَیں نہیں چاہتا کہ اب ان کا کسی قسم کا تعلق مجھ سے باقی رہے اور ڈرتا ہوں کہ ایسے دینی دشمنوں سے پیوند رکھنے میں معصیت نہ ہو۔"

(تبلیغ رسالت جلد ۲ ص۱)

(۳) **قولہ** "اپنے لڑکے فضل احمد کو مجبور کیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ الخ" (عشرہ)

الجواب - اس کی وجہ تو وہی تھی جو اُوپر مذکور ہو چکی ہے۔ یوں شریعت اسلامیہ میں باپ یا ماں کو اختیار ہے کہ دینی حالات کے مناسب بیٹے کی بیوی کو طلاق دلوا دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیلؑ کو کہہ کر اُن کی بیوی کو طلاق دلوا دی تھی۔ (بخاری کتاب بدء الخلق جلد ۲ ص۱۴۷) حضرت عمرؓ نے ابنِ عمر کو کہا تھا کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ (ترمذی جلد ۱ ص۱۴۲ کتاب الطلاق) ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے کہا کہ میری والدہ مجھے بیوی کے طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر طلاق دیدو۔ کیونکہ الوالد اوسط ابواب الجنۃ۔ پس حالات کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایسا کرنا ہرگز قابلِ اعتراض نہ تھا۔

(۴) **قولہ** "شریعت کی رُو سے عاق بیٹا محروم الارث نہیں ہو سکتا۔" (عشرہ ص۱۴)

الجواب - معترض نے اس دعویٰ کے لئے کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کی اسلئے شائستہ اعتنا نہیں۔ دراصل عاق قرار دینا اس بات کا مترادف ہے کہ میں شدید دینی اختلاف کے باعث اپنی جائیدا دسے حصہ نہیں دینا چاہتا۔ جس طرح زندگی میں جائیداد کو باپ تقسیم کرتا ہے اسی طرح دینی مخاصمت کی بنا پر بیٹے کو اس سے محروم بھی قرار دے سکتا ہے۔ فقہاء بھی اختلافِ دین کو محروم الارث ہونے کا ایک سبب تسلیم کر چکے ہیں

(۵) قولہ "کیا انبیاء کرام اور بزرگانِ دینِ اسلام میں کوئی ایسی مثال موجود ہے کہ کسی نے ایک عورت کے نکاح کے لئے ایسے پاپڑ بیلے ہوں ؟" (عشرہ ص۱۴۲ حاشیہ)

الجواب - "پاپڑ بیلنے" کا تو وہی اعتراض ہے جو سب مخالفینِ اسلام حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق کیا کرتے ہیں۔ کیا آریہ اور عیسائی معاند بعینہٖ یہی لفظ نہیں لکھتے۔ نہ اس جگہ کوئی قابلِ اعتراض بات ہے نہ وہاں تھی۔ نکاح کے متعلق ایک پیشگوئی تھی جس کا ذکر فصل دہم میں موجود ہے۔ یہ ایک نشان ہے جو اپنی قہری تجلّی کے ساتھ پورا ہوا اور شرط کے مطابق پیشگوئی حرف بحرف سچّی ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ معترضین کی آنکھیں کھولے آمین۔

(۶) قولہ "احادیثِ صحیحہ سے واضح ہے کہ نبیوں کا مال کسی کی میراث نہیں ہوتا" (عشرہ ص۱۴۲)

الجواب - معترض نے اس جگہ بھی خیانت سے کام لیا ہے۔ کیونکہ اس نے حدیث لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ کو تو نقل کر دیا مگر اس کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ، حضرت عمرؓ اور ایک گروہ صحابہ کی جو تفسیر "يُرِيْدُ بِذَالِكَ نَفْسَهٗ" مذکور تھی اس کو حذف کر دیا۔ (دیکھو بخاری باب فرض الخمس جلد ۲ ص۱۱۱ مصری)

پس اس کا پہلا جواب تو یہی ہے کہ ان احادیث میں خاص رسول کریمؐ

کی ذات مراد ہے۔ یہ تخصیص حضرت عائشہؓ اور عمرؓ ایسے صحابہؓ نے بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ اس قانون سے خاص حضورؐ کی ذات ہی مراد تھی۔

دوم۔ عام معنوں کے لحاظ سے یہ آیت قرآنی وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ (النمل ع ۲) کے مخالف ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے وارث ہوئے تھے۔ وارث ہونے والا بھی نبی ہے اور جس کی وراثت ہے وہ بھی نبی ہے۔

سوم۔ عقلاً یہ ایک ظلم ہے کہ زید اور عام مومنین کے بیٹے تو انکی جائیداد کے وارث ہوں مگر نبیوں کا بیٹا ہونا بھی کوئی جرم ہے جو انسان ان کی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ نبیوں کے اموال دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ذاتی، قومی۔ قومی اموال قوم و مذہب کی ایک امانت اُن کے سپرد ہوتی ہے۔ اُن اموال کی وارث ان کی اولاد جسمانی نہیں ہو سکتی بلکہ روحانی اولاد یعنی ان کی اُمت اور اُن کا خلیفہ ان اموال میں ان کا جانشین ہوگا۔ ہاں اگر کسی نبی کی ذاتی یا جدی جائیداد موجود ہو تو وہ اس کی نسل میں ضرور وراثۃً تقسیم ہوگی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ذاتی جائیداد نہ تھی اسلئے آپؐ نے اپنی وراثت کے جاری ہونے سے انکار فرمایا۔ حضرت داؤدؑ کی ذاتی جائیداد تھی اسلئے سلیمانؑ ان کے وارث ہوئے۔ نفس وراثت کو منافی نبوت سمجھنا عقل و نقل کے خلاف بغاوت کرنا ہے۔ چونکہ حضرت اقدسؑ کی جدی جائیداد موجود تھی اسلئے ان اموال میں حضورؑ کی وراثت ہو سکتی تھی اور ہوئی۔ ہاں جو قومی اموال تھے ان میں ساری جماعت اور خلیفۂ وقت حضورؑ کا جانشین ہے فلا اعتراض۔

فقرہ نہم ”مرزا صاحبؑ اور تصوف“

منشی محمد یعقوب لکھتے ہیں:۔

"یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ تصوّف اور شریعت دو متغائر امور نہیں۔
تصوّف عینِ شریعت ہے اور شریعت عینِ تصوّف۔" (عشرہ ص۱۴۳)

یہ درست ہے لیکن اگر تم بھی اس کو مانتے تو اس عنوان کی کیا ضرورت تھی؟ کیا شریعت کے ضمن میں یہ اعتراض نہ ہو سکتے تھے۔ اس ضمن میں معترض نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ کیا ہے لیکن بالعموم حضرت اقدس کی طرف خود تراشیدہ باتیں یا از خود الزام منسوب کر کے ان صفحات کو سیاہ کیا ہے جن کا جواب صرف لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ہے۔ تاہم قولہ و اقول کے طریق پر جوابات درج ذیل ہیں۔

(۱) **قولہ** ۔ "مرزا صاحب اور ان کے مرید عام مسلمانوں کی طرح حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بزرگ مانتے ہیں" (عشرہ ص۱۴۳)

اقول۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق جو تم نے الزام لگائے تھے وہ بھی باطل ہیں۔ ورنہ یہ کیا بات ہے کہ جماعت احمدیہ حضرت جنید کو تو بزرگ مانے لیکن نبیوں کی ہتک کرے؟

(۲) **قولہ** ۔ "اپنی تصویر اتروا کر مریدوں کے پاس فروخت کی۔ گویا ایسے شرک کو رواج دیا جو ۱۳۰۰ برس سے بند کیا جا چکا تھا۔"

اقول۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ صریح جھوٹ ہے۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

(۳) **قولہ** ۔ "کیا کوئی مثال ہے کہ مرزا صاحب کو کسی لغزش پر ان کے خدا نے تنبیہ کی ہو۔" (عشرہ ص۱۴۴)

اقول۔ یہ مطالبہ معترض نے حضرت جنیدؒ کے اس واقعہ پر کیا ہے کہ ایک بار انہوں نے کسی بیمار کے لیے شفاء کی دعا کی۔ ہاتفِ غیب سے آواز آئی "اے جنید! خدا اور اس کے بندے کے درمیان تیرا کیا کام؟

تو دخل مت دے۔" (عشرہ صفحہ ۱۴۴)

جواباً واضح رہے کہ معترض کا یہ مطالبہ احمدیہ لٹریچر سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"سردار نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کا لڑکا عبدالرحیم خان ایک شدید محرقہ تپ کی بیماری سے بیمار ہو گیا تھا اور کوئی صورت جانبری کی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ گویا مُردہ کے حکم میں تھا۔ اس وقت مَیں نے اس کے لئے دعا کی تو معلوم ہوا کہ تقدیر مبرم کی طرح ہے۔ تب مَیں نے جنابِ الٰہی میں عرض کی کہ یا الٰہی! مَیں اس کے لئے شفاعت کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ یعنے کس کی مجال ہے کہ بغیر اِذن الٰہی کے کسی کی شفاعت کر سکے؟ تب مَیں خاموش ہو گیا۔ بعد اس کے بغیر توقف کے یہ الہام ہوا اِنَّکَ اَنْتَ الْمُجَازُ یعنے تجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی۔ تب مَیں نے بہت تضرّع اور ابتہال سے دعا کرنی شروع کی تو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور لڑکا گویا قبر میں سے نکل کر باہر آیا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۹)

ہم اس واقعہ کو لغزش سے تعبیر نہیں کر سکتے لیکن حضرت جنیدؒ کے قصہ سے بالکل مشابہ ہے۔

(۴) اس فقرۂ مہم کے آخر میں معترض نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کھانے پر اور آپؑ کے پاس ہزاروں روپوں کے آنے پر اعتراض کیا ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ جو ایسے مہدی کے قائل ہیں کہ وہ روپوں سے اُن کے گھر بھر دے گا' روپیہ کا اعتراض کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حفاظتِ

اسلام کے لیئے مامور کیا۔ اس لیئے ساری جماعت کا نظام آپ کے سپرد تھا اور آپؑ اس روپیہ کو اشاعتِ اسلام میں خرچ فرماتے تھے، اس میں اعتراض کیا ہے؟ اچھے کھانے منع نہیں ہیں، صحابہ نے کھائے، نبیوں نے کھائے۔ اچھے مکانوں میں رہتے رہے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا واقعہ یاد کرو جو "بِغَیْرِ حِسَابٍ" کے مصداق تھے۔ درحقیقت یہ باتیں قابلِ اعتراض نہ تھیں بلکہ شریعت کے لحاظ سے جائز اور بعض صورتوں میں ضروری تھیں۔ تاکہ شریعت کے متعلق جو افراط وتفریط کی راہ اختیار کی گئی ہے اس کو دُور کیا جائے۔ آپ لوگ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے پس خوردہ کے عادی ہیں۔ مولوی صاحب کی ایک تحریر جو انہوں نے ایک شیعہ کے جواب میں لکھی گئی ہے ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:۔

"اچھا صاحب! سُنیئے پلاؤ قورمہ کھانا، نوار کے پلنگ پر سونا، وغیرہ تو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ غور سے سُنیئے اگر آپ کے قرآن میں نہ ہو تو صحیفہ عثمانیہ میں ملاحظہ کیجیئے۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ

.... اے نبی (علیہ السلام)! تم کہہ دو کہ خدا کی پیدا کی ہوئی زینت اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کئے ہیں؟ تم یہ بھی کہہ دو کہ دنیا میں تو یہ مومنوں کے لئے مشترک ہیں آخرت میں خاص انہی کے لئے ہونگے۔" (اخبار اہلحدیث ۹ فروری ۱۹۱۲ء صفحہ ۲ کالم ۲)

جب شریعت ہی عینِ تصوف ہے تو اس شرعی اجازت بلکہ مستحب کے بعد، عمدہ کھانے یا عمدہ لباس کو حسبِ استطاعت استعمال کرنے سے

ترکنا یقیناً اسلامی تصوّف نہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مالدار مومن سے کہا تھا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّرٰی اَثَرُ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی نعمت کا نشان اس کے بندے پر نمایاں ہو۔

الغرض اس زمانہ میں تصوّف اور شریعت کی صحیح راہ بتانے والا وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا اور آپ نے اپنے قول اور عمل سے اس کا بہترین نمونہ قائم کیا ہے۔ جس نے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کو پاکیزہ اور مطہر بنا دیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً۔

فقرہ دہم۔ "بہشتی مقبرہ"

(۱) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کی وحی اور ایماء کے ماتحت جماعتِ احمدیہ کے صاحبِ تقویٰ، ایثار پیشہ، اور صلحاء کے لئے ایک بہشتی مقبرہ تجویز فرمایا۔ یہ قبرستان آسمانی بشارتوں کے باعث مومنین کی نظر میں خاص وقعت رکھتا ہے۔ لیکن کفار و منافق اس انتظام پر معترض ہیں۔ پٹیالوی صاحب کے لئے تو یہ امر سوہانِ روح بن رہا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے پاس کتنا کتنا روپیہ آتا ہے حالانکہ روپیہ دینے یا لینے والے جانیں، تمہیں بے جا دخل دینے کی کیا ضرورت ہے؟ نہیں، اسے ضرورت ہے کہ افتراء کرے۔ چنانچہ معترض لکھتا ہے:۔

"۱۹۰۶ء میں اس مقبرہ پر تین ہزار روپیہ صرف کیا اور ۱۹۰۷ء کے لئے گیارہ ہزار کا مطالبہ ہوا۔ اور صاف لفظوں میں اعلان کیا گیا کہ جو کوئی اس مقبرہ میں مدفون ہوگا بہشتی ہو جائے گا۔ اب غور کا مقام ہے کہ کیا اس اعلان سے کل انبیاءِ کرام خصوصاً حضرت محمد مصطفےٰ

صلے اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، اور صحابہ کرام کی سخت تکذیب و توہین نہیں ہوتی؟ کہ صرف دسواں حصّہ جائداد دے کر جو وہاں دفن ہوا بہشتی ہوگیا، خواہ اعمال کی کچھ ہی حالت ہو۔" (عشرہ ص۱۴)

ناظرین کرام! اس عبارت میں معترض نے ایک نہایت ناپاک افتراء کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس مقبرہ میں دفن ہونے والا صرف دسواں حصّہ دینے سے بہشتی بن جائے گا خواہ اس کے اعمال کی کچھ ہی حالت ہو۔ گویا وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی نظر میں تقویٰ اور طہارت کی تو کوئی قدر نہیں صرف مال کا دسواں حصہ لے کر آپؑ اس مقبرہ میں دفن کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیۃ میں جہاں اس مقبرہ کا ذکر فرمایا ہے وہاں تحریر کیا ہے:۔

(الف) "تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو، اور محرّمات سے پرہیز کرتا ہو اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو، سچا اور صاف مسلمان ہو۔ (۴) ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں، اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔" (ص۲۰)

(ب) "یاد رہے کہ صرف یہ کافی نہ ہوگا کہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کا دسواں حصّہ دیا جاوے بلکہ ضروری ہوگا کہ ایسا وصیت کرنے والا جہاں تک

> اس کے لئے ممکن ہے پابند احکام اسلام ہو، اور تقویٰ طہارت کے امور میں کوشش کرنے والا ہو۔ اور مسلمان خدا کو ایک جاننے والا اور اس کے رسولؐ پر سچا ایمان لانے والا ہو اور نیز حقوقِ عباد غصب کرنے والا نہ ہو۔"
>
> (الوصیت صفحہ ۲۴)

ہر دو اقتباس واضح طور پر معترض کی تردید کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اعلان فرماتے ہیں کہ اوّلین شرط تقویٰ و طہارت اور اعمال صالح ہے۔ اگر کوئی خادم دین ہو خواہ اس کی جائداد نہ بھی ہو وہ بھی اس جگہ دفن ہو سکتا ہے اور صرف دسواں حصّہ دے دینا ہرگز کافی نہیں لیکن معترض پٹیالوی کس جرأت، بے باکی بلکہ بے حیائی سے کذب بیانی کر رہا ہے کہ وصیت کنندہ صرف دسواں حصّہ دیدے خواہ اس کے اعمال کی کچھ ہی حالت ہو۔ اُف! اتنا جھوٹ۔

(۲) احادیث نبویہ میں مسیح موعودؑ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اپنے اصحاب کے جنّت کے درجات ان سے بیان کرے گا۔ یُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ (مسلم باب ذکر الدجال جلد ۲ صفحہ ۵) اس پیشگوئی کو اللہ تعالیٰ نے عملاً بہشتی مقبرہ سے پورا کر دیا ہے۔ اس انتظام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی تصدیق مطلوب ہے نہ کہ حضورؐ کی تکذیب۔ ان بزرگوں کی اس میں توہین کیسے ہو سکتی ہے؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ، بالخصوص اہل بدر کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ تم کچھ کرو، اللہ نے تم کو بخش دیا ہے یعنی تم اب بہرحال نیک کام کرو گے؟ گویا وہ جنّتی تھے (بخاری کتاب المغازی جلد ۲ صفحہ ۵) پھر خاص دس صحابہ کو آپؐ نے جنّت کی بشارت دی جن کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ لکھا ہے "عَشَرَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِي الْجَنَّةِ اَبُوْبَكْرٍ

فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ۔ الحدیث (معجم صغیر طبرانی ص۱۳)

پھر خود حضورؐ نے ایک قبرستان جنّۃ البقیع (اُردو میں بہشتی مقبرہ) تجویز فرمایا اور صحابہ کو کہا۔ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ۔ (بخاری کتاب الجنائز) کہ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو جس کی نیک ثنا کرو گے وہ جنتی ہوگا۔ علاوہ ازیں قرآن پاک کا عام اعلان ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (سورہ توبہ ع۱۴) کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید کر ان کو جنت دے دی ہے۔

ناظرین کرام! ان تمام حقائق کی موجودگی میں بہشتی مقبرہ پر اعتراض کرنا یا اسے انبیاء و صلحاء کی توہین بتانا اپنی سفاہت کا اظہار کرنا ہے۔ بہشتی مقبرہ تو گزشتہ آسمانی اعلانات کا عملی مظاہرہ ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں یہ بہت بڑی قربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر پورا یقین، اس کے رسولؐ پر کامل یقین، تمام ایمانیات پر پختہ یقین ہو، اعمالِ صالحہ کے لیئے زبردست رغبت پائی جاوے تب انسان اِس مادہ پرستی کے زمانہ میں اِس مسلسل قربانی کی توفیق پا سکتا ہے۔ مبارک ہیں وسے جو اِس راز کو سمجھیں اور عملاً اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى والی آیت کا ثبوت دیں۔

(۳) معترض لکھتا ہے کہ:۔

> "الوصیّۃ میں مرزا صاحب نے دفن ہونے والوں کے لئے متقی ہونے کی بھی شرط لگائی ہے۔ لیکن یہ محض ایک چال ہے۔ ورنہ متقی ہونے کی تحقیقات ہوتی بھی بوقتِ واصلات چندہ یا دفن ہونے سے پہلے ضروری تھی۔"
>
> (عشرہ ص۱۴۸ حاشیہ)

با انصاف ناظرین! معترض کی اس عبارت اور اس کے پہلے اعتراض کو ملا کر غور کریں تو آپ کو اس کی بددیانتی نہایت بھونڈی صورت میں متجسّم نظر آجائے گی۔ یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ "متقی ہونے کی بھی شرط لگائی ہے" وہ اس کو جیال قرار دیتا ہے۔ کیونکہ متقی ہونے کی تحقیقات نہیں ہوتی۔ بخدا یہ اس کا اس جگہ دوسرا ناپاک جھوٹ ہے۔ ہمارے ہاں بہشتی مقبرہ کا ایک باقاعدہ صیغہ ہے۔ جب کوئی شخص وصیّت لکھتا ہے تو اس صیغہ کے افسر کی طرف سے اس کی دینی حالت کے تفحص کے لئے بعض دوسرے معزّز اور متقی احباب سے پرائیویٹ طور پر حلفیہ شہادت لی جاتی ہے اور ایک مطبوعہ فارم پُر کرایا جاتا ہے جس کا نمونہ اس طرز کا ہوتا ہے:۔

نمونہ تصدیقی فارم متعلقہ حالاتِ موصیان بہشتی مقبرہ

"مسمّی[1] (یہاں موصی کا نام ہوتا ہے) متقی ہے اور محرمات سے پرہیز کرتا ہے۔ اور کوئی شرک اور کوئی بدعت کا کام نہیں کرتا اور سچا اور صاف مسلمان ہے۔ اور جہاں تک اس کے لئے ممکن ہے پابندِ احکامِ اسلام ہے۔ اور تقویٰ و طہارت کے امور میں کوشش کرنے والا اور اس کے رسولؐ پر سچا ایمان لانے والا ہے اور نیز حقوقِ عباد غصب کرنے والا نہیں۔ مثلاً رشوت خور نہیں۔ لین دین کے بارے میں بدمعاملہ نہیں۔ امانت میں خائن نہیں۔ اپنے کاروبار میں دیانتدارانہ رویّہ رکھتا ہے۔

---

[1] خواتین کی وصیّت کے فارم کے صیغے اور ضمیریں مؤنث ہوتی ہیں۔ (مؤلف)

اور اپنی بیوی یا بیویوں سے عدل کا معاملہ کرتا ہے۔"

اِس شہادت میں وصیّت کنندہ کی خاص دینی خدمات کا بھی اندراج ہوتا ہے۔ اس فارم کی تصدیق کرنے والا لکھتا ہے کہ:۔

"مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے علم میں جہاں تک مَیں نے غور کیا ہے مندرجہ بالا باتیں مستثنٰی میں پائی جاتی ہیں۔ واللہ اعلم۔"

اِس فارم کے مکمل ہو کر آنے کے بعد اس کی وصیّت منظور کر کے اس سے چندہ لینا شروع کیا جاتا ہے اور بعد ازاں بھی اخیر وقت تک اُسکے تقویٰ کی نگرانی کی جاتی ہے۔ اگر حالت دگرگوں ہو تو ایسے موصی کی وصیّت منسوخ کر دی جاتی ہے۔ پس اِس انتظام پر اعتراض کرنا یا تو بہت بڑی غلط فہمی ہے یا انتہائی مغالطہ دہی۔

اب ہم بفضل اللہ پٹیالوی صاحب کے ان اعتراضات کا مکمل جواب لکھ چکے جو اس نے اِس فصل میں کئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر مقدسوں کی مثالیں پیش کرنے کا مقصد

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری شریعت ہے اس میں انسانوں کی سب ضروریات کا حل پیش کر دیا گیا ہے۔ وہ ایک ایسی کسوٹی ہے جس پر انسانوں کا ہر قول اور ہر علم پرکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کامل نمونہ ہیں جو انسانی اعمال اور افعال کیلئے محک اور معیار ہیں جو عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے مطابق ہو اور جو قول اور عقیدہ قرآن مجید کی نصوص کے موافق ہو۔ اسکے حق اور درست ہونے میں کوئی شک نہیں مسلمانوں نے ہمیشہ کتاب اللہ اور رسول اللہ کو اپنے قول و فعل کے لئے معیار تسلیم کیا ہے۔

معترض پٹیالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق پر، آپ کے اقوال پر، اور آپ کے افعال پر جس قدر بھی اعتراض کئے ہیں ہم نے انکے جوابات میں مختلف مقامات پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کے قول کو بطور حجت پیش کیا ہے، انبیاء علیہم السلام اور بزرگانِ امت کے اقوال سے سند لی ہے لیا ہی
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد پر اعتراضات کی تردید میں کتاب اللہ کی آیات کو پیش کیا ہے، نیز
احادیث کو بطور سند ذکر کیا ہے، حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کے افعال کو بطور دلیل اور
مثال بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہماری غرض اس اسلوب بیان سے یہ ہے کہ تا مخالفین ان مقدسوں
اور بزرگوں کے اقوال و اعمال کی مثالوں سے فیصلہ کر سکیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کے قول و فعل پر اعتراض
درست قرار دیا جائیگا تو ان بزرگوں کے قول و فعل پر بھی وہ اعتراض وارد ہو گا۔ اور جب یہ مسلّم ہے کہ ان
بزرگوں کا قول اور ان کا فعل صحیح اور درست تھا تو لازماً ماننا پڑیگا کہ آج کے معترضین کے حضرت
مسیح موعودؑ پر اعتراضات بھی غلط اور نا درست ہیں۔ ہماری مراد ان مثالوں کے پیش کرنے سے ہرگز
یہ نہیں ہے اور نہ ہی ہو سکتی ہے کہ ہم ان بزرگوں کے قول و فعل پر کوئی تنقید کر رہے ہیں۔

ہمیں اس وضاحت کی اسلئے ضرورت پیش آئی تا بعض ہوشیار علماء ان مثالوں کے پیش
کرنے پر عوام کو یہ نہ کہہ دیں کہ دیکھو یہ احمدی تو اپنے امام کی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مساوات
اور ہمسری کا دعویٰ کر رہے ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے مدنظر صرف اعتراض کا دفاع ہوتا ہے
نہ کچھ اور۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسری یا مساوات کا دعویٰ تو کلمۂ کفر ہے۔

اس سلسلہ میں اخبار صدقِ جدید لکھنؤ کے ایڈیٹر مولانا عبدالماجد صاحب کا مندرجہ ذیل بیان
خاص توجہ سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"ظاہر ہے کہ آج امت کے کسی عامی کے عمل سے کوئی سوال کیا جائے گا تو
وہ سند میں اکابر امت یا خود سرور کائنات ہی کی مثال پیش کرے گا اور اس
کے سوا کس چیز سے سہارا ڈھونڈے گا۔ اگر اس کے معنی دعوئے مساوات اور
ہمسری کے ہیں تو پھر تقلید، اتباع، پیروی کس کو کہیں گے۔ اور ان کے لئے کوئی
لفظ کہاں سے لایا جائیگا ۔۔۔ عجیب مصیبت ہے کہ اپنی ذاتی رائے سے کوئی عمل
کر گزریئے تو طعنہ اکابر سے بے نیازی، آزادی، بے قیدی، خود رائی کا سنیئے اور
اگر سند بزرگوں سے لائیے تو الزام یہ سنیئے کہ زبان سے دعوئے مساوات رکھتا ہے اور
اپنے آپکو ان کا ہم پلہ ٹھہراتا ہے۔" (صدق جدید لکھنؤ ۲ نومبر ۱۹۶۲ء صہ۲)۔